قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

الرشد

لاہور

فروری ۱۹۹۲ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

www.QuranTafseer.net

الحمد للہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

شیخ المکرّم حضرت مولانا محمدّ اکرم مدّظلہ

کے بیانات کی وِڈیو کیسٹس تیار ہوچُکی ہیں

وِڈیو کیسٹ

رمضان المبارک			کیسٹ نمبر
۲۱	۲۲		۱
۲۳	۲۴	۲۵	۲
۲۶	۲۷	۲۸	۳
۲۹	۳۰		۴
تقریب رونمائی غبارِ راہ لاہور			۵
اجتماع لنگر مخدوم			۶

-/۲۵۰ روپے فی کیسٹ مع -/۱۰ روپے ڈاک خرچ، بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر ناظمِ اعلیٰ کے نام بھیج کر منگوا سکتے ہیں،

ناظم اعلیٰ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور

شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ فروری ۱۹۹۲ء

جلد: ۱۳ شمارہ: ۷

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ **المرشد** لاہور

یکے از مطبوعات :- ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان چکوال

فہرست مضامین

نعت	۳
اداریہ	۵
جنت کی حقیقت	۶
حضرت جیؒ کے پند ونصائح	۱۱
خدمتِ شیخ میں	۲۰
راہ سلوک میں سفر	۳۳
عظمت شیخ	۴۳

بدل اشتراک

فی پرچہ: دس روپے ششماہی: ۵۵ روپے

چندہ سالانہ: ۱۰۰ روپے تاحیات ۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

	سالانہ	تاحیات
سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے	۲۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۵۵ سعودی ریال	۲۵۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۱۲ سٹرلنگ پونڈ	۶۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ و کینیڈا	۲۵ امریکن ڈالر	۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ:- ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق، پرنٹرز:- طیب جمال ریٹی گن روڈ - لاہور

ماہنامہ **المُرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے (عربی)، ایم۔ اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

مولانا محمد اکرم اعوان

نعت شریف

ہے عشق، تیری یاد ہے یا ذکر ہے تیرا
اب رُوح گئی پاس فقط جسم ہے میرا

گو سُنتے تھے دُنیا میں بہت عشق کے قصّے
پایا نہ کبھی دل میں کسی اور کا ڈیرا

یہ خواب ہے افسانہ ہے یا ایک حقیقت
اپنا تھا کبھی دل جو ہُوا آج وُہ تیرا

بے تاب لگا ہوں میں طلب حُسن کی تیرے
پاؤں میں کہاں کس سے پتہ پُوچھوں تمہارا

سب کہتے ہیں تو دل میں ملے گا وہیں دیکھوں
پر کیسے کہوں پاس نہیں دل بھی تو میرا

دیوار ہے یہ عالم مادی ترے آگے
اے کاش کہ مٹ جائے یہ جیون کا بکھیڑا

پاؤں جو تجھے سامنے جی بھر کے مَیں دیکھوں
جھپکوں نہ پلک اور نہ کبھی پھیروں میں چہرا

ہو جاؤں فنا حُسن کے پرتو میں جو تیرے
مٹ جائے نشاں دہر کی الواح سے میرا

پائی ہے خبر مَیں نے نبی پاکؐ کے دَر سے
پانا ہی تُجھے مقصدِ تخلیق ہے میرا

پانے کا تُجھے سہل طریقہ یہ بتلا ہے
جو جان سے جائے گا پتہ پائے گا تیرا

لایا ہُوں فقیر اپنی متاع در پہ نبیؐ کے
بک جاؤں یہاں کاش پتہ پاؤں میں تیرا

عالمی متحدہ مجلس خلافت کانفرنس

۲۶ فروری ۱۹۹۲ء ۱۰ بجے دن

بمقام: جناح ہال لاہور میں منعقد ہو رہی ہے

صدارت شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ فرمائیں گے

آپ کی شرکت ہمارے لیے باعثِ مسرت ہوگی

خود آیئے دوستوں کو لایئے

لاہور ۸۰۰ ۲۲۵

۸۴۴ ۹۰۹

اداریہ

مسلمانوں کو اللہ نے جس نظام حیات سے نوازا ہے اس پر صرف عقیدہ رکھنے کی اتنی برکات ہیں کہ وہ انجانے خوف کے اُس عذاب سے محفوظ ہیں جس میں مغربی اقوام مبتلا ہیں۔ وہاں کے عوام کی معاشی اور معاشرتی بدحالی کا اندازہ آپ تب ہی لگا سکتے ہیں اگر آپ اُن میں گھُل مل کر دیکھیں۔ روس کے لاتعداد ایٹم بم وہاں کے عوام کو نہ تحفظ دے سکے، نہ پیٹ بھر کر روٹی۔ یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی ہمارے دانشور، اور قائدین مغربی نظام کو ہی ہماری تمام مشکلات کا حل اور نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اس غلط رویے کا تمام قصور اُن کے ذمہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ دو ڈھائی صدیوں سے جس قوم کی تربیت جن خطوط پر ہو رہی ہے وہ یہی کچھ سوچ سکتے ہیں۔

قوم کی تربیت میں جو کردار ہمارے علماء اور مشائخ کو ادا کرنا چاہیئے تھا۔ وہ ادا کرنے سے قاصر رہے۔ انہوں نے اپنی تمام قوت اور کوشش صرف مولوی اور مرید بنانے پر صرف کر دی۔ بے شک انہوں نے مولوی اور بے شمار مرید تو پیدا کر لیے لیکن وُہ DYNAMIC مسلمان پیدا کرنے میں ناکام رہے۔ عالم اور پیر تو ہمیں مل گئے لیکن انقلابی قسم کے مسلمان لیڈر ہم میں پیدا نہ ہو سکے اب بھی یہ عمل اُسی طرح جاری ہے کہ مسجد کے اندر تو آپ کو مسلمان مل جائیں گے لیکن مسجد سے باہر چپڑاسی سے اعلیٰ افسر تک رشوت خور ملیں گے، مسلمان نہیں ملے گا۔ کوچوان سے لے کر ممبر اسمبلی تک بدمعاش تو ملیں گے۔ مسلمان نہیں ملے گا۔ مسجد سے باہر زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس کی قیادت کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہے؟ اس حال کو جانتے ہوئے بھی ہم خواب دیکھتے ہیں کہ شریعت نافذ ہو جائے، اسلامی نظام رائج ہو جائے۔ کون لائے گا اسلامی نظام؟ اُس پر عمل کون کرائے گا؟ اگر ہم مساجد اور درسگاہوں کو ایسی تربیت گاہوں میں بدلنے کے لیے تیار ہو جائیں جہاں سے زندگی کے ہر شعبے میں، خواہ وہ امامت ہو، تعلیم ہو، انتظامی امور ہوں، تجارت ہو، سائنس اور ٹیکنالوجی ہو یا سیاست ہو، لیڈر شپ کی تربیت دے کر DYNAMIC قسم کے مسلمان لیڈر پیدا کریں، تب تو ممکن ہے کہ ہماری آئندہ نسل قوم کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ اگر ہمارے علمائے کرام اور مشائخ حضرات اپنی سوچ اور عمل کو اس راہ پر بدلنے کو اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ پھر تو بدتر مستقبل دیکھنے کے لیے ہی تیار رہیئے۔ کیونکہ ہماری زوردار اور پُرسوز تقریریں اب تک قوم کی قسمت نہ بدل سکی ہیں اور نہ بدل سکیں گی۔

تاج رحیم

جنّت کی حقیقت

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ جل شانہٗ کی ذات واحد اور لاشریک اور ساری کائنات کی خالق ہے وہ اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی مخلوق کی رسائی سے بہت بالاتر ہے۔ تعلقات کی بنیاد نسبت پر ہوتی ہے کسی بھی چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ کوئی نہ کوئی نسبت ہونی چاہیئے جو ان کے درمیان تعلق استوار کرنے کا سبب بنے لیکن اللہ کریم کی ذات اِن تمام چیزوں سے بہت ہی بالاتر ہے۔ مخلوق خواہ زمینی ہو یا آسمانی انسان ہو یا فرشتے۔ مخلوق مخلوق ہی ہے۔ تو اب ربِ جلیل کے ساتھ مخلوق کا رشتہ کس طرح سے استوار ہو اس میں دو طرح کی مخلوق ہے ایک وہ جو رشتے کی کیفیت و حالت سے واقف نہیں لیکن اللہ کے حکم کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے اور اپنی تخلیق سے لے کر جب تک اللہ اسے باقی رکھتا ہے وہ کبھی کوئی حرکت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں کرتی یہ حال تقریباً ساری کائنات کا ہی ہے۔

لَاتتحرك ذَرَّةَ اِلَّا بِاِذْنِ اللہ۔ کوئی ذرہ بھی اللہ کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرتا لیکن یہ جتنی مخلوق ہے۔ وہ ذاتِ باری یا صفاتِ باری مخلوق اور خالق کے تعلق کے شعور سے بے بہرہ ہے۔ دوسری قسم کی مخلوق وہ ہے جو مکلف ہے اُس میں پھر اُس کی اقسام ہیں۔ مثلاً فرشتہ ہے انسان ہے اور جن ہے۔ ان میں بھی چونکہ یہ مخلوق کا وہ طبقہ ہے جو مکلّف ہے مکلّف سے مراد یہ ہے کہ جنہیں کچھ تھوڑا سا شعور بخش دیا گیا ہے اور اُنہیں تھوڑا سا موقعہ دیا گیا ہے اطاعت کا یا نافرمانی کا اُس میں بھی پھر دو قسمیں ہیں جس کے مزاج میں اطاعت سمو دی گئی ہے وہ اُس کے بغیر کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ اِسی طرح شیطان ہے اُس کے مزاج میں نافرمانی سمو دی گئی ہے اُس کو جُرم کی پاداشت میں اُس سے توفیق اطاعت سلب کر لی گئی وہ نیکی کر ہی نہیں سکتا۔ دو طبقے پیچھے رہ گئے جن اور انسان۔ جنات میں شعور کا وہ درجہ نہیں ہے جو انسانوں میں ہے۔ اِسی لیے جنات کے ساتھ اُس نعمت کا کہیں بھی وعدہ نہیں کیا گیا جس کا وعدہ انسان کے ساتھ ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں جنات کا تذکرہ آتا ہے وہاں جرم پر اور گناہ پر دوزخ کی وعید تو ہے لیکن اطاعت اور نیکی پر محض عذاب سے بچنے کا وعدہ ہے "تمہیں دردناک عذاب سے بچا لیا جائے گا" اُس سے آگے پورے قرآن حکیم میں جنات کے ساتھ جنّت میں جانے کا کوئی واضح اور صریح وعدہ نہیں ہے۔

بعض حضرات نے اس بات سے استدلال فرمایا ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں جو ارشاد ہے حوروں کے متعلق۔

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ۔ جنتیوں سے پہلے انہیں کسی انسان نے یا جن نے مس نہیں کیا یہ بہت ہی عجیب استدلال ہے جب انسان کیلئے بہ قدم پہ نافرمانی پر دوزخ کی وعید موجود ہے تو اطاعت پر جنّت کا وعدہ موجود ہے۔ اور پورے قرآنِ حکیم میں جنات کے لیے نافرمانی پہ عذاب کی وعید موجود ہے۔ جنّت کا کوئی وعدہ موجود نہیں۔ اِس سے استدلال کیا ہے علماء کے ایک طبقے نے کہ یہ فرما دینا کہ کسی انسان نے کسی جن نے مس نہیں کیا کیونکہ بات دارِ دُنیا میں ہے اور دُنیا میں بعض انسانوں کو جن مس کر لیتے ہیں اور اُس اعتبار سے فرما دیا گیا کہ ایسی کوئی بات نہیں آخرت کے اعتبار سے۔ اللہ کریم کو فرمانا ہوتا تو واضح فرما دیتا کہ

تم اطاعت کرو تمہیں جنت عطا کی جائے گی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنت میں کونسی ایسی عجیب بات ہے جو انسانوں کے علاوہ کسی کے ساتھ اُس کا اِس طرح سے وعدہ نہیں کیا گیا۔ فرشتہ جنت میں رہے یا دوزخ میں اسے اطاعت کرنا ہے دوزخ کے عذابوں سے اِسے تکلیف نہیں ہوگی۔ جنت کی راحتوں سے اُسے کوئی لطف نہیں آئے گا۔ اِس لیے کہ اُسے وہاں رہ کر بھی اپنی ڈیوٹی کرنی ہے وہاں رہ کر بھی اپنی ذمہ داری نبا ہنی ہے۔ فرشتے کو کوئی فرق نہیں ہوگا کہ جن کی ڈیوٹی جہنم میں لگا دی گئی ہے اُن کو تکلیف ہو رہی ہے یا جن کی ڈیوٹی جنت میں لگا دی گئی ہے وہ کوئی لطف اُٹھا رہے ہیں، نہیں، دونوں کا حال برابر ہوگا۔ خواہ وہ وہاں ذمہ داری پوری کر رہا ہے یا وہاں ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ نہ اُسے دوزخ کے عذاب پریشان کریں گے نہ دوسری کوئی جنت کی راحتیں اُس کو لُطف دیں گی۔

اب جنات رہ گئے اُن میں شیطان بھی شامل ہو جاتا ہے تو اُن کے لیے جہنم کے عذاب کی وعید موجود ہے اُس سے اُنہیں ایذا پہنچنے کا وعدہ موجود ہے لیکن جنت کا وعدہ نہیں ہے۔

تو جنت میں ایسی کونسی عجیب بات ہے یہ جتنی نعمتیں قرآن حکیم نے جنت میں شمار کی ہیں۔ یا جتنے انعامات حدیث پاک میں جنت کے متعلق ہیں یہ بہت عجیب و غریب نعمتیں، عجیب و غریب لذتیں عجیب و غریب لُطف لیکن یہ ساری چیزیں اتنی قیمتی نہیں ہیں کہ باقی ساری مخلوق کو اُن سے روک دیا جائے یہ ساری چیزیں جنت کی اصل حقیقت نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں ضمنی ہیں۔ جنت کی اصل اللہ جل شانہٗ کا دیدار، اللہ کا قرب، اللہ کا وصال اور ذاتِ باری کو رُوبرو دیکھنا ہے۔ یہ جتنی نعمتیں ہیں جنت کی یا جتنے انعامات گنے گئے ہیں یہ اِس طرح سے ہیں جیسے کسی کو بادشاہ کی ملاقات کا وقت دیا جائے تو ظاہر ہے اُسے کسی انتظار گاہ میں بٹھایا جائے گا۔ اُسے جن راستوں سے گزارا جائے گا۔ اُس کی جہاں مہمان نوازی کی جائے گی یا جو کچھ بھی ہوگا وہ اُس معیار کے مطابق ہوگا۔ جو بادشاہ کے مہمان خانے یا بادشاہ کے مہمان کے لیے سزاوار ہے تو جنت کی جتنی نعمتیں شمار ہوئی ہیں۔ قرآنِ حکیم میں یا جتنی نعمتوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔ حدیث پاک میں وہ ساری اُس مہمان داری کا حصہ ہیں یا اُس کی عزت افزائی یا وہ معیار ہے جو اللہ کے دیدار کے لیے یا اللہ جل شانہٗ کی ذات کو روبرو دیکھنے کے لیے جنہیں موقعہ بخشا جائے گا۔ اُن کے لیے اُس انتظار یا وہاں رہنے کا یا وہاں کی مہمان نوازی کے جو معیار ہیں وہ ارشاد فرمائے گئے ہیں جنت کی نعمتوں کے طور پر لیکن جنت کی اصل وہ نہیں ہے۔

جنت کی اصل نعمت جو ہے وہ وصول الی اللہ ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ کا دیدار ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کسی خادم نے عرض کیا تھا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ ہم اللہ کریم کو کیسے دیکھیں گے تو کیا ہم اللہ جل شانہٗ کو روبرو پائیں گے۔ تو ارشاد ہُوا کہ جیسے چودھویں کے چاند کو آدمی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے اسی طرح اللہ کو رُوبرو دیکھیں گے تو اصل نعمت یا جنت کی جو اصل ہے جس سے جنت جنت ہے وہ دیدارِ الٰہی ہے۔ لقائے الٰہی ہے۔ جس میں حدیث شریف کے مطابق معیار ہوں گے۔ تو کم تر درجے کا جنتی جو ہے سال میں ایک بار دیدارِ الٰہی سے ضرور مشرف ہوگا۔ کچھ ایسے ہوں گے جو سال کے بجائے چھ مہینے میں، تین مہینے میں۔ کچھ ایسے ہوں گے جو ہر مہینے کو مہینے کے چار ہفتوں میں۔ کچھ ایسے ہوں گے جنہیں ہر روز کبھی کوئی لمحہ نصیب ہو جائے گا۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے جنہیں حضورِ دوام نصیب ہو جائے گا۔ جن کی نگاہ وہاں سے ہٹنے کا نام نہیں لے گی۔

اور یہ اتنا قرب مخلوق کو خالق سے یہ کیسی عجیب بات ہے۔

اب اِس بحث کو الگ رکھیے۔ اب اِس سارے پس منظر میں آپ دُنیا کو دیکھیں تو حقیقتاً دُنیا اگرچہ دارِ ابتلاء ہے، امتحان گاہ ہے، آزمائش گاہ ہے لیکن یہاں بھی جو انسان وہ راستہ منتخب کرتا

ہے جو اللہ کے قرب کو، اللہ کے دیدار کو، اللہ کے جمال کو، اللہ کے وصال کو پا جنت کو جاتا ہے تو وہ مہمان داری یا وہ مہمان نوازی جو اُسے جنت میں نصیب ہوگی وہی یہاں سے شروع ہو جاتی ہے۔ اِسی آسمان کے نیچے وہ رہتا ہے۔ اِسی زمین پر وہ رہتا ہے اِسی ہَوا میں سانس لیتا ہے۔ انہی زمانے کے حالات سے گزرتا ہے۔ انہی حکومتوں کے ساتھ اس کا واسطہ ہوتا ہے۔ اِسی دَور کی غذائیں اور دوائیں استعمال کرتا ہے۔ لیکن جو لمحے اُس کے بسر ہوتے ہیں اُن میں تلذذ ہوتا ہے۔ سکون ہوتا ہے راحت ہوتی ہے اور اُسی فضا میں سانس لینے والے وہ انسان جو اُس راستے سے بھٹک جاتے ہیں اگرچہ اُن کے پاس دُنیوی نعمتیں زیادہ بھی ہوں اُن میں راحت نہیں ہوتی، سکون نہیں ہوتا، تلذذ نہیں ہوتا اور یہ عین عقل کے مطابق ہے سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ اِس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں کہ جو سمجھ میں نہ آئے یعنی ساری مخلوق میں اکیلا انسان جنت کے وعدے کا مستحق اِس لیے ہُوا کہ اکیلے انسان کو اللہ نے شعور کی وہ بلندی عطا کر دی کہ وہ اللہ کی ذات کو، اللہ کی صفات کو اپنی حیثیت کے مطابق سمجھ سکے اور جو شعور کا معیار انسان کو دیا گیا وہ کسی بھی دوسری مخلوق کو عطا نہیں فرمایا گیا خواہ جن ہوں یا اعلیٰ ترین نوری مخلوق فرشتہ ہو۔ فرشتے کی معرفتِ الٰہی کا اپنا ایک معیار ہے انسانی معیار سے بہت پیچھے۔

شبِ معراج کی حدیث میں فرشتے کی رسائی کی انتہا سدرۃ المنتہیٰ بتائی جاتی ہے لیکن شرفِ انسانیت فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ و اعلیٰ آلہٖ وسلّم کے سفر کی ابتدا سدرۃ المنتہیٰ سے ہوتی ہے۔ جہاں دوسری ساری مخلوق چھُٹ کر رہ جاتی ہے تو انسانی شعور جو ذاتِ باری کو پہچاننے سے متعلق ہے وہ فرشتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔ اِسی لیے صرف انسان کو نُورِ نبوت عطا ہُوا دُوسری کسی مخلوق کو عطا نہیں ہُوا۔ اور اکیلا انسان ہے جو جنت کا وارث ہے کوئی دُوسرا اِس میں اِس کا شریک نہیں۔ اِس لیے کہ جنت محض درختوں، پیڑوں کا نام نہیں ہے۔ پھلوں اور لباسوں کا نام نہیں ہے۔ مکانوں اور دیواروں کا نام نہیں ہے محض یہ پھل، یہ درخت، یہ لباس، یہ نعمتیں ایسی ہیں جو دُنیا میں انسان سوچ بھی نہیں سکتا وہ بے شک بڑی قیمتی ہیں لیکن وہ صرف مہمان خانہ ہے اُن میں وہ فوقیت جو اُس کے مستحق پائیں گے وہ نعمت اصل ہے۔ اللہ کا دیدار، اللہ کی ملاقات اللہ کا لقا وصُولِ الٰہی۔ یہ ساری جنتی عظمت جنتوں کی نعمتوں کی ہے اُس اعتبار سے ہے اُس قوم کے لیے جنہیں منتخب کر لیا جائے گا جہاں اُنہیں رکھا جائے گا وہ جگہ کیسی ہوگی۔ جو انہیں کھلایا جائیگا وہ نعمت کیسی ہوگی۔ جو انہیں پہنایا جائے گا وہ لباس کیسا ہوگا۔ اب ایک آپ اِس کو دُنیا میں دیکھیں۔

جب انسان کو یہ شرف عطا ہُوا تو کائنات کی ہر ہر چیز کو اس دُنیا میں بھی انسان کی خدمت پر لگا دیا گیا۔ کیونکہ حاصل کائنات انسان ہے جو اللہ کے رُوبرُو کھڑا ہوگا۔ باقی ساری کائنات انسان کی خدمت پر مامور ہے۔ خواہ بارش ہو یا بادل ہو، سُورج ہو یا چاند آسمانی مخلوق ہو یا زمینی مخلوق ہو وہ سیارے ہوں یا ستارے تمام ستاروں اور سیاروں کی توجہ کا مرکز زمین ہے۔ کسی کے اثر سے اِس میں روئیدگی ہوتی ہے۔ کسی کے اثر سے اِس میں پھل پکتے ہیں۔ کسی کے اثر سے اِس میں موسم بدلتے ہیں، کسی کے اثر سے کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ کسی دُوسرے ستارے یا سیارے کی توجہ سے دوسرا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اور یہ ساری تبدیلیاں، یہ سارے موسم، یہ ساری بہاریں ایک انسان کی خدمت کے لیے کمربستہ نظر آتی ہیں۔ اِس لیے کہ انسان ہی حاصل کائنات ہے جسے خالق کائنات کے رُوبرو پہنچنا ہے۔ باقی ساری کائنات راستے میں اپنی اپنی منزل ختم کر کے دَم توڑتی نظر آتی ہے اور جب انسان کا سفر ختم ہوگا دُنیا میں کسی انسان کو آ کر رہنا نہیں ہوگا۔ تو یہ کتنی قیمتی تخلیق ہے، کتنی وسیع تخلیق ہے جسے اللہ کے سوا کوئی سمجھ نہیں سکتا لیکن اِس سارے کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ نہ سُورج ہی

وہ روشنی ہوگی، نہ چاند میں وہ چمک ہوگی۔ نہ آسمانوں میں وہ مضبوطی ہوگی۔ نہ زمین میں وہ قیام اور قرار ہوگا۔ نہ تو اُس کی وراثت رہا۔ وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا۔ سورج بے نور ہو جائے گا۔ ستارے جھڑ جائیں گے۔ سمندر خشک ہو جائیں گے۔ پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح اُڑ جائیں گے۔ زمین تباہ ہو جائے گی۔ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ اِس لیے کہ جس کے لیے اسے جس کی خدمت کے لیے اِسے بنایا گیا وہ اسے چھوڑ کر جا چکا۔

تو اِس تعلق کا راستہ اللہ فرماتے ہیں میری یاد، میرا ذکر میری اطاعت ہے۔ فرمایا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى لوگو تمہیں زمین پر تو بھیج رہا ہوں لیکن مَیں تمہیں چھوڑ نہیں دُوں گا۔ وقتاً فوقتاً میرے احکام میری ہدایات تمہارے پاس پہنچتی رہیں گی۔

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی۔ جو اُن ہدایات کا میرے احکام کا اتباع کرے گا وہ اِس کائنات میں کھو نہیں جائے گا۔ وہ صحیح راستے سے بھٹکے گا نہیں۔ ولا یشقی اور کبھی بے نصیب اور بدبخت نہیں ہوگا۔ لیکن اُس کے مقابلے میں وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ۔ جس نے میرے احکام کو مانا نہیں میرے احکام کو قبول نہ کیا۔ میرے احکام پر عمل نہ کیا یا میری یاد ہی کو بھول گیا۔ ایمان لانا بھی ذکر ہی کا ایک درجہ ہے۔ احکام کو سیکھنا ذکر ہی کا ایک درجہ ہے۔ دینی تعلیمات کو پانا ذکر ہی کا ایک درجہ ہے۔ اُن پر عمل کرنا ذکر ہی کا ایک درجہ ہے۔ اور یہ سارا کر کے پھر اللہ کا ذکر کرنا کمالِ ذکر ہے۔ حسن ذکر ہے حسنِ اسلام ہے۔ لیکن اگر کوئی ایمان ہی نہ لائے تو وہ یادِ الٰہی سے کُلی طور پر محروم ہو گیا۔ ایمان لایا عمل کی توفیق نہ ہوئی تو کُلی طور پر تو محروم نہ ہُوا بلکہ اُس کے معیار کو نہ پا سکا۔ اور حسنِ معیار کو پانے کے لیے ایمان، اُس کے ساتھ علم اُس کے ساتھ عمل اور اِن تینوں کے بعد پھر عملاً وہ ذکر جو کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونے دے

یہ کمالِ ذکر ہے۔ یہ حُسنِ ذکر ہے۔ یہ کمالِ اسلام ہے۔ یہ حُسنِ اسلام ہے۔ اَب جس جس معیار کو کسی نے اپنایا اُس معیار کی مہمان داری کا بھی مستحق ٹھہرا اُسی معیار کے مطابق اپنے انجام کا بھی مستحق ٹھہرا رب جلیل فرماتے ہیں جو سرے سے محروم ہو گیا اُس کے لیے اس مہمان خانے میں بھی آرام ختم کر دیا جاتا ہے۔ وہ ہمارا مہمان ہی نہ رہا اُس نے ہمارے جمال یا ہمارے دیدار ہماری ملاقات کا انتظار ہی نہ کھینچا اُس راستے سے ہی نہ گزرا تو فرمایا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا۔

تو اُس کی زندگی ویران ہو جاتی ہے۔ بڑا سادہ سا بامحاورہ ترجمہ یہ بنتا ہے کہ جسے یادِ الٰہی فراموش ہو گئی جس سے اللہ کی یاد چھوٹ گئی جس سے اللہ کی یاد چھِن گئی اُس کا جہان ہی ویران ہو گیا اُس کی زندگی ہی برباد ہو گئی۔ اُس کا جینا مرنا سب بے سُود ہو گیا۔ اُس کی محنت اکارت گئی۔ اُس کے لیے دُنیا میں بھی کوئی لذت لطف نام کی کوئی چیز نہ رہی۔ کھانے میں بھی اُسے بے لطفی، سونے جاگنے میں بھی بے لطفی، تعلقات میں بھی بے لطفی، ہر ہر شعبہ زندگی میں اُس پر ہیبت اذیت اور خوف کے سائے مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ اِس لیے کہ اُسے بھیجا گیا تھا دیدارِ الٰہی کو پانے کے لیے اور وہ اپنے مقصد کو کھو کر ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے لیے اُس وقت کو برباد کرنے لگ گیا جو اُسے جمالِ الٰہی کو پانے کے لیے عطا کیا گیا تھا۔ تو اُس کا عقلاً بھی یہی نتیجہ ہونا چاہیئے تھا کہ جو سہولتیں اُس راستے کے لیے متعین تھیں وہ چھوڑ چکا۔ اُن سے اُنہیں محروم ہونا پڑا اِس دُنیا میں بھی۔

اَب رہی بات یہاں سے بعد کی تو کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ دوزخ کے باسی میدانِ حشر میں پاگلوں کی طرح ہوں گے۔ جیسے کسی کو جن نے پکڑا ہو کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ اِس طرح ہوں گے۔ جیسے کوئی نشے میں دُھت ہو اور اُسے کوئی سمجھ نہ آتی ہو۔ یہاں اُسی پریشانی کو اِس انداز میں بیان کیا گیا جیسے بالکل اندھے ویران آنکھوں والے ہوں کچھ نظر ہی نہ آتا ہو۔

تو وہ پکاریں گے بارِ الٰہا ہماری تو آنکھیں ٹھیک تھیں اگر ہمیں دُنیا میں سکون نصیب نہیں تھا تو ہم لوگوں کو پُرسکون دیکھ تو سکتے تھے اگر ہمیں لطف نصیب نہیں تھا تو پُر لطف نظارے ہم دیکھ تو سکتے تھے یہاں تو یہ بات بھی گئی۔

رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَ قَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا ۔

میری نگاہ تو ٹھیک تھی اور تُو نے مجھے کھڑا کیا۔ سارا وجود سلامت کر دیا، نگاہ واپس نہیں فرمائی۔ اللہ فرمائیں گے تجھے نگاہ دی تھی تُو نے اُسے غلط استعمال کیا جس کام کے لیے دی تھی اُس پر استعمال نہیں کیا جیسے کسی سپاہی کو حکومت اسلحہ فراہم کرے ملک کی حفاظت کے لیے اور وہ اُس اسلحے کو اُسی ملک کے لوگوں کو لُوٹنے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دے تو جب وہ حکومت کے پاس واپس جائے گا جب وہ حاکموں کے قابو آئے گا تو کیا اُسے وہ دوبارہ مسلح کر کے کھڑا کر دیں گے یا زنجیریں ڈال کر قید خانے میں ڈال دیں گے۔ یہ عقلی سی بات ہے کہ جس مقصد کے لیے تجھے یہ اسلحہ دیا گیا تھا اُسے تو چھوڑ و تُو نے اُسے ناجائز اور ناروا طریقے پر استعمال بھی کر لیا چلو استعمال ہی نہ کرتا تو اگر انسانی طاقتیں اللہ کو پہچاننے میں ناکام رہتی ہیں اللہ کی اطاعت میں ناکام رہتی ہیں تو پھر اُنہیں استعمال ہی نہ کیا جانا بہتر ہے تو پھر اللہ کے علاوہ کسی چیز کو مقصد بنا لینا دُنیا کو یا دولت کو یا زر کو یا اقتدار کو یا کسی بھی لالچ کو۔ انا کو اپنی شہرت کو، اپنے آپ کو یا اپنے علاوہ کسی کو اللہ کے سوا کسی کو بھی مقصدِ حیات بنا لینا وہی بات ہے کہ جو طاقتیں اللہ کو پہچاننے کے لیے دی گئیں اُنہیں غیر اللہ کی خدمت پر لگا دیا گیا۔ تو اب جب دوبارہ عدالت میں یہ شخص احتساب کے لیے کھڑا ہو گا تو کیا وُہ اِس بات کا مستحق ہے کہ وہی توتیں وہی طاقتیں اُس وقت اُس کے پاس ہوں عقلی سی بات ہے سلب ہو جائیں گی۔ تو اُن چیزوں کے سلب ہو جانے کو قرآنِ حکیم نے مختلف مواقع پر مختلف انداز میں ارشاد فرمایا کہیں عقل کی بات آئی تو وہ پاگلوں کی طرح ہوں گے۔ کہیں ہوش کی بات آئی تو فرمایا وہ تو نشیئوں کی طرح ہوں گے۔ اب یہاں بصارت کی بات آئی تو فرمایا وہ تو اندھے ہوں گے۔ اُن کے پاس بصارت نہیں ہو گی۔ اِس لیے کہ یہ اوصاف جس مقصد کے لیے دیئے گئے تھے نہ صرف یہ کہ اِس مقصد کو چھوڑ دیا بلکہ اُس سے بہت گھٹیا مقصد پر اُسے استعمال بھی کرتا رہا۔

اب حکومتیں جو دُنیا کی ہیں یا انسانی ہیں اُن کا تو ایک دائرہ کار ہے۔ ایک آدمی اُن کا اسلحہ ایمیونیشن لے کر بھاگ گیا۔ جب تک لوٹتا ہے لوٹتا رہے پکڑا جائے گا تو سزا دیں گی۔ لیکن اللہ کی حکومت تو ایسی نہیں ہے کہ کوئی اُس سے بھاگ سکے تو جیسے اِن چیزوں کا غلط استعمال انسان شروع کرتا ہے اُس طرف سے گرفت شروع ہو جاتی ہے کیونکہ وہاں سے تو بھاگ کوئی نہیں سکتا اِس لیے فرمایا کہ میرے ذکر سے اعراض صرف آخرت کو برباد نہیں کرتا بلکہ

فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا ۔ اُس کی دُنیوی زندگی ویران ہو جاتی ہے اُسی وقت سزا کا عمل وہاں شروع ہو جاتا ہے اور وہ کھاتا ہے لیکن وہ کھانا اُسے تقویت کے بجائے تکلیف دیتا ہے وہ سوتا ہے وہ سونا اُسے آرام کی بجائے ڈراونے خواب دکھاتا ہے۔ وہ جاگتا ہے تو جاگنا اُسے بشاشت کے بجائے مایوسی عطا کرتا ہے۔ زندگی کے ہر پہلو میں اُس پر ہیبت اور دُکھ اور تکلیف کے سائے لہرانے لگتے ہیں اور جب آخرت میں پہنچے گا تو وہ سارے کمالات سلب ہو چکے ہوں گے۔ اُس کے پاس جو انسانی کمال ہے تو وہ کہے گا اللہ میرے پاس تو یہ ساری چیزیں تھیں اب مَیں محض بُت کا بُت ہوں۔ تو فرمایا جائے گا۔ جب تجھے یہ نعمتیں دی گئی تھیں تو تُو نے مجھے میرے احکام کو میری آیات کو پہچاننا تھا جس کام کے لیے دی گئیں اُس پر لگائی تھیں۔

فَنَسِیْتَهَا ۔ تو اپنے مقصد کو میرے احکام کو، میری ذات کو میری ملاقات کو بھول گیا۔

کَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی :۔ اِسی طرح آج تیرے ساتھ سلوک ہو رہا ہے جیسے کوئی بھولی بسری چیز ہو۔

حضرت جی رح کی

پند و نصائح

غلام قادری

علمی لحاظ سے حضرت جیؒ کا شمار برِ صغیر کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کی تحریر و تقریر عام آدمی کی سمجھ سے بالا ہوتی۔ جس کی تشریح کے لیے بھی اچھے خاصے علم کی ضرورت ہوتی۔ لیکن نجی محفلوں میں ساتھیوں کو عقائد و اعمال کی باریکیاں آسان ترین مثالوں سے اس طرح سمجھاتے کہ ہر شخص سمجھ لیتا۔

آپ کی مجالس میں بیٹھنے والے وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے کتاب کھولی نہ کسی مکتب میں داخلہ لیا۔ لیکن بعض اوقات علمی نکات بیان کر کے علماء کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سارا کمال اس مردِ قلندر کی صحبت کا ہے۔ کہ جس نے دلوں کو بیدار کیا۔ دینی ذوق بخشا اور بغیر کتاب کے سارے کتابی علوم ازبر کروا دیئے۔

۱۔ مخلوق کی راہنمائی اعلیٰ خدمتِ خلق ہے۔

ایک بادشاہ کسی فقیر کے پاس گیا کہ وہ بادشاہی چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ کہیں بیٹھ کر اب اللہ اللہ کرتا رہے۔ فقیر نے جواباً فرمایا ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

فرمایا سلوک لوگوں کی خدمت کا نام ہے۔ مخلوق کی خدمت کہ انہیں راہِ راست پر لگاؤ تاکہ اُن کی نجات ہو جائے۔ اس سے بڑھ کر کونسی خیر خواہی ہے۔ تخت نشین رہو بادشاہی کرتے ہوئے بھی زندگی درویشانہ گزارو۔ اخلاق پاکیزہ رکھو۔

سلوک میں صرف دعوے نہیں چلتے۔ سالک کو سلسلۂ سلوک میں مضبوطی حاصل کرنی چاہیئے۔ قدم راسخ ہوں۔ جب تک قدم راسخ نہ ہوں ولی اللہ بننے کا کوئی فائدہ نہیں۔

کوشش ہونی چاہیئے کہ دین کی خدمت ہو۔ اللہ کریم کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ اس گئے گزرے دَور میں ایک آدمی کی بھی راہنمائی ہو جائے اور وہ راہِ راست پر آجائے تو دو لاکھ روپیہ صدقہ کرنے

سے افضل ہے۔

حضرت عباسؓ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک آدمی کو تبلیغ کرنے سے اگر وہ شخص اس مسئلہ کو مان لے اور دین پر آجائے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے۔" نفل تو صرف اپنے لیے فائدہ مند ہیں۔ جبکہ یہ خدمت مخلوق کی ہے۔

۲- حضورؐ کا فرمان ہی دین ہے

فضول گپ شپ میں ہم اپنا کتنا وقت ضائع کر دیتے ہیں ہماری ہر بات لکھی جاتی ہے۔ جو صاحب کشف ساتھی ہیں انہیں مَیں دکھا سکتا ہوں کہ میرے دائیں والا فرشتہ لکھ رہا ہے۔ بُرائی کی بات کی جائے تو بائیں والا لکھنے لگے گا۔

کوئٹہ میں ایک ساتھی نے بتایا کہ مَیں نے فرض کے بعد سنّت پڑھیں تو دیکھا فرشتے نے سنّت ادا کے ساتھ مکروہ لکھ دیا ہے۔ نفل پڑھے تو بھی ساتھ مکروہ لکھ دیا۔ مَیں نے فرشتے سے پُوچھا۔ میرے فرضوں کے ساتھ بھی یہی کیا ہو گا تو اُس نے جواب دیا بالکل اسی طرح۔ وجہ دیر بعد سمجھ آئی کہ واسکٹ کے بٹن کھُلے ہوئے تھے۔ صحابہؓ بٹن نہ ہونے کی صورت میں کانٹے لگاتے تھے۔ اس وقت سے یہ قانون بن چکا ہے اب اس کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیئے۔

یہ سب باتیں محسوس تو معمولی ہوتی ہیں کہ قمیض کے بٹن نہ بند کریں۔ واسکٹ کے کھُلے رہیں کوئی پرواہ ہی نہیں کرتا۔ چونکہ حضورؐ نے ایک صحابی کو کانٹے لگا کر بند کرنے کا فرمایا تھا۔ حضورؐ کا فرمان دین ہے۔ یہی اسلام ہے اور یہی اللہ کا حکم ہے۔

طلب میں خلوص ہو تو منزل دُور نہیں

تصوف حال کو کہتے ہیں کہ قال کو۔ حال کی ان کیفیات میں صُوفی اپنے مقامات و منازل میں چلتا رہتا ہے۔ لیکن ایک صاحبِ مقام ہوتا ہے۔ جو مقام مل گیا بیٹھ رہا۔

ظاہر شریعت بہت ضروری ہے جس کے ہم مکلف ہیں۔ انبیاء نے گھر بار چھوڑے، دانت شہید کرائے۔ مال چھوڑا تکالیف برداشت کیں۔ صرف اور صرف شریعت کے لیے۔ باطنی شریعت کو لوگ سمجھ نہیں سکتے اور ظاہر شریعت کی مخالفت کرنے لگے۔

حضورؐ کی سنّت کا بہت زیادہ خیال رکھا جائے۔ کوشش کرو، فراغت مل سکے تو پورا چلہ منارہ آ کر رہا کرو۔ پھر ہی کچھ کام بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ قلب میں استعداد ہو۔ میاں محمدؒ صاحب کا کہنا ہے ؎

لوڑن والا رہیا نہ خالی لوڑ کیتی جس سچی
رستے توں مڑ آیا جیہڑا لوڑ جانو آہس کچی

جو لوگ خلوص سے تلاش کرنے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خود سنبھال لیتے ہیں۔ اور اسی کو کچھ مل بھی جاتا ہے۔

صبح کم از کم ۴ رکعت تہجد کے لیے ضرور کوشش کیا کرو۔ ۲ رکعت پڑھنے سے تہجد نہ ہوں گے۔ ۱۲ رکعت تک ثبوت ملتا ہے۔ لیکن ۸ رکعت کا زیادہ ثبوت ہے۔ بیماری وغیرہ ہو تو عشاء کی نماز کے بعد وتر سے پہلے تہجد کی نیت کر کے نوافل پڑھ لیں۔ پھر وتر اور نفل۔ ثواب مل جائے گا۔ لیکن اتنا نہیں جتنا سحری کو اُٹھنے سے۔ بس روپے کی جگہ ۱۲، ۱۰ آنے کا ثواب تو مل سکے گا۔ اوابین کی بھی کوشش کرو۔ مغرب کے بعد کم از کم ۶ رکعت پڑھ لیں۔

طہارت و پاکیزگی

غسل خانے میں پیشاب کرتے ہوئے پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی بہت کوشش کی جائے۔ اُسی وقت استنجا کر لینے سے نقصان یہ ہے کہ پیشاب کے قطرے بعد میں آجاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ وضو ہی ٹوٹ گیا تو نماز پھر کیسے ادا ہوئی۔

حضرت سعد صحابیٔ رسولؐ کو جنگ خندق میں تیر لگا۔ خود مستجاب الدعوات تھے۔ اللہ سے دُعا مانگی "اللہ اگر قریش سے جنگ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ تاکہ مَیں اُن سے بدلہ لے سکوں۔ اور اگر جنگ

ختم ہے تو پھر مجھے دُنیا سے اُٹھالے، فوراً خون بند ہوگیا۔ اور وہ ٹھیک ہوگئے۔ مکہ فتح ہوا۔ خیبر پر حملہ ہوا تو وہاں بھی فتح نصیب ہوئی۔ خون کی وہی رگ ان کی پھر پھٹ گئی اور فوت ہوگئے۔

ان کی وفات ہوئی تو عرش معلٰی ہل گیا۔ حضورؐ نے فرمایا ۷۰ ہزار فرشتے ان کے جنازے میں شرکت کے لیے نازل ہوئے۔ دفن کے بعد قبر پر حضورؐ کھڑے تھے اور فرمایا "اپنے بھائی کے لیے دُعا کرو ان پر قبر تنگ ہوگئی ہے۔" حضورؐ کو محسوس ہوا قبر کی یہ تنگی پیشاب کی چھینٹوں کی وجہ سے ہوئی۔

حضورؐ نے ان کی بیوی سے اِس بارے تفصیل پوچھی۔ تو پتہ چلا بھیڑ بکریوں کا دُودھ دوہتے ہوئے پیشاب کی چھینٹیں جسم پر پڑ جاتی تھیں۔ گویا جانوروں کے پیشاب کی چھینٹیں بھی عذاب کا سبب ہیں۔

مسائل نماز

نماز میں قومہ اور جلسہ ٹھیک کیا کریں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں جلسہ، قومہ اور تعدیل ارکان واجب ہیں اور واجب میں کمی بیشی پر سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ نماز کے ہر رکن کی ادائیگی ٹھیک کرنے کا خوب خیال کیا جائے۔

نماز میں کھڑے ہوئے ایک دفعہ حرکت کی اجازت ہے دوسری دفعہ ہاتھ ہلایا تو نماز مکروہ اور تیسری حرکت پر نماز ٹوٹ گئی۔ نماز کو پورے خضوع وخشوع کے ساتھ ادا کیا جائے۔ قیام کے وقت سجدہ والی جگہ پر نظر ہو۔ جب تک اس جگہ خیال رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی توجہ بندے کی طرف ہوگی۔ رکوع کے وقت پاؤں، جلسہ میں گود اور سجدہ کے وقت ناک پر نگاہ رکھیں۔

تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے ہتھیلیاں قبلہ رُخ ہوں۔ ہاتھوں کی اُنگلیاں نہ زیادہ کھلی ہوں اور نہ بالکل بند کانوں تک ہاتھ جب اُٹھائیں تو انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف ذرا جُھکے ہوئے ہوں۔ ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں۔

توحید کے بعد سب سے پہلے نماز فرض ہوئی۔ سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ صبح کی سُنّت واجب کے قریب ہیں۔ اس لیے بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنے سے نہیں ہوتیں۔ عذر کے ساتھ تو بیٹھ کر فرض بھی ادا ہو جاتے ہیں۔ جس مکان میں جماعت ہو رہی ہو اس میں بھی نہیں ہوتیں۔ جیسے صحن مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو اندر یا برآمدے میں پڑھیں۔ نمازِ ظہر میں فرائض سے قبل چار رکعت اور فرائض کے بعد دو رکعت سنّتِ مؤکدہ ہیں لیکن بیٹھ کر پڑھی جا سکتی ہیں۔ البتہ ثواب کم ہو جائے گا۔ مغرب کی سُنّتیں مؤکدہ ہیں۔ عشاء کے فرائض کے بعد کی ۲ سُنّتیں بھی مؤکدہ ہیں۔ نماز اوّل وقت میں ادا کی جائے۔

میدانِ حشر میں سب سے پہلا حساب نماز کا پیش ہوگا۔ اگر فرضوں میں کمی رہ گئی تو ۲ سنّتیں یا نوافل ہر رکعت فرض کی کمی کو پُورا کریں گے لیکن سنّت اور نوافل سے بھی یہ کمی پُوری نہ ہوئی تو ایک رکعت فرض کے بدلے ۷۰ ہزار سال جہنم میں رہنا ہوگا۔ جنہوں نے کبھی پڑھی ہی نہیں وہ تو خود اندازہ کرلیں۔ اللہ کریم معاف فرما دیں تو ان کی مرضی اور رحمت ہے۔ وہاں کا ایک دن ہزار سال کا ہوگا تو ۷۰ ہزار اس کا عرصہ کتنا بنتا ہے حساب لگالیں۔

فرائض راس المال ہیں جیسے کسی نے ۱ ہزار سے تجارت شروع کی اور سال بعد حساب کیا۔ ۱ ہزار ہی تھے۔ وہ تو خسارے میں رہا۔ منافع نفل عبادت میں ہے۔ ترقی درجات نوافل میں ہے۔ ذکر نوافل میں شمار ہوتا ہے۔ اِسی سے رُوحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ان سے محبّت پیدا ہوتی ہے۔ ایمان متزلزل نہیں ہوتا۔

نماز کی سخت پابندی کی جائے۔ ایک فرض کی قضا تمام عمر بھی قضا پڑھتے رہنے سے وہ ثواب نہیں ہو سکتا۔

صُوفیائے کرام کا فرمان ہے۔ صبح سے رات تک ۵۰ رکعت ضرور پڑھی جائیں۔ تہجد ملا لینے سے یہ تعداد پُوری ہوتی ہے۔

انبیاء کا علوم شریعت حاصل کرنا

پانچ اونچے درجے والے اولوالعزم پیغمبر ہوتے ہیں۔

اُن جیسی کوئی اور ہستی نہیں۔

و۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ب۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
ج۔ حضرت نوح علیہ السلام
د۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
ہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نبی علومِ شریعت میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ براہِ راست رب العٰلمین سے احکام لیتا ہے۔ بذریعہ وحی، الہام یا کشف اللہ سے احکامات حاصل کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ جس علم کے لیے حضرت خضرؑ کے پاس گئے تھے وہ تکوینی امور تھے۔ جن تین واقعات کا ذکر ان کے بارے کیا گیا ہے۔ وہ علم نہیں بلکہ علم کا ثمرہ ہیں۔ اور حضرت خضرؑ نے یہی تو کہا کہ یہ علم آپ کیسے سیکھ سکیں گے۔ کیونکہ ان پر مرتب ہونے والے اثرات کو آپ کیسے برداشت کریں گے۔

قطبِ مدار

ایک ولی اللہ نے تقریر میں کہا کہ تمام انبیاء نبوت سے قبل قطبِ مدار میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ نبوت سے قبل ہر نبی ولی اللہ ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ بھی قطب مدار تھے۔ قطب مدار ساری دُنیا کا ستون سمجھا جاتا ہے۔

حضرت انور شاہ صاحب نے مشکلات القرآن میں، علامہ شامی نے اپنے ایک مستقل رسالے میں اور شاہ ولی اللہ نے تفہیمات میں قیامت کے واقعات کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے۔ رُوح المعانی جیسی کوئی اور کوئی تفسیر نہیں۔ اس کی تیسویں جلد میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ صدیق سے اُوپر اور نبوت سے نیچے ایک ہی منصب قربِ عبدیت کا ہے۔ قربِ قیامت میں یہ بھی ختم ہو جائے گا۔ لیکن قطب مدار کا منصب رہے گا کیونکہ یہ کائنات کا ستون ہے۔

قطب مدار کا تعلق تکوینی اُمور سے ہے۔ حضرت خضر قطب مدار تھے۔ اب بھی ہمیشہ قطب مدار کی امداد میں رہتے ہیں۔

رجال اللہ

اللہ کے بندوں کو کوئی چیز، تجارت، خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ بال بچے، زمین جائیداد، یار دوست، مکان، دُکان، ملازمت سب کچھ کرو۔ سب سے تعلق رکھو۔ میں نے کبھی کسی کو حلال کاروبار یا ملازمت سے نہیں روکا۔ لیکن یہ تمام چیزیں اللہ سے دُور کرنے کا سبب نہ بننے دیں۔ ان سے تعلق حفاظت کا ہو نہ کہ عبادت کا۔ عبادت صرف رب کریم کی

ع کن فی الظاھر جسمانیاً
و فی الباطن رُوحانیاً

تصوّف کا مقصد ہی اصلاحِ ظاہر و باطن ہے اور یہ دین کا حصّہ ہے۔

التصوف تعمیر الظاهر و الباطن

محققین کے نزدیک اس کا چھپانا تو گناہِ کبیرہ ہے۔ اگر اہلِ اللہ کے اذکار و اشغال راز میں ہی رہتے تو اصلاح کیسے ہوتی موجودہ دَور میں تصوّف کا عملاً انکار ہو چکا ہے۔ اس لیے اس انکار کے مقابلہ میں اظہار ضروری ہو چکا ہے۔

شریعت کی تعلیمات کا خلاصہ

قرآن مجید میں سینکڑوں ایسی آیات ملتی ہیں جن میں توجہ الی اللہ کی دعوت دی گئی ہے یہ کہ دُنیا و مافیہا سے جُدا ہو کر بالکل یکسوئی کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو جاؤ۔

شریعت مطہرہ کی تمام تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ بھی یہی ہے کہ

"غیر اللہ سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جاؤ اسی کے ہو جاؤ۔"

اللہ والوں کی حفاظت

ایک ابدال کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ کشتی میں سوار لوگوں نے انہیں پریشان کرنا شروع کر دیا۔ تنگ ہوئے تو رونے لگے۔ پھر اپنی چادر نکال کر دریا میں بچھائی اور اس پر نماز پڑھنے لگے۔

کشتی دریا کے اُس پار پہنچی، سواریاں کنارے اتریں تو انہیں بھی وہاں موجود پایا۔ لوگوں کی حیرانی دیکھتے ہوئے فرمایا "تعجب کی کیا بات ہے، تم لوگوں کو کشتی لے آئی اور مجھے کشتی والا لے آیا۔"

بعض اوقات اللہ والوں کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے لوگ انہیں حقیر تصوّر کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے ہاں اُن کا مقام بڑا بلند ہوتا ہے۔

ابدال آگ اور پانی پر چلتے پھرتے گزر جاتے ہیں۔ نہ تو ڈرتے ہیں اور نہ ہی اُن کا کچھ نقصان ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے چھوٹا بچہ نہیں سمجھتا کہ آگ مضر ہے یا پانی نقصان بھی پہنچائے گا۔ اس کی ماں اس کی حفاظت کرتی ہے۔ ایسے ہی

اللہ والوں کی حفاظت اللہ کریم خود فرماتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السّلام کو آگ سے، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دریا کے پانی سے محفوظ رکھا۔

"اے انسان تو دریا پر کیسے قدم رکھے گا۔ جبکہ زمین پر ہی تُو نے گناہوں سے اپنے دامن کو تر کر لیا ہے۔"

نیک لوگوں کی صحبت نصیب ہو جانا ہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

"اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ مل جاؤ۔" کتنے لوگ حصولِ تعلیم میں ہمارے ساتھی تھے۔ لیکن کچھ حاصل نہ کر پائے۔ اِس میں قصور اللہ کا نہیں وہ تو نوازتا ہے۔ لیکن کوئی طلب بھی تو اپنے اندر پیدا کرے۔ اور پھر حصول کی کوشش بھی ہو۔

عالمِ برزخ میں جسم اور رُوح کی حالت

موت کے بعد رُوح بدن کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ قبر کا مراقبہ کر کے دیکھو رُوح ہی نظر آئے گا۔ وہی بات کرے گا۔ دُنیا میں جس طرح دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اب برزخ میں جسم دکھائی نہیں دے گا۔ بدن نے رُوح کی شکل اختیار کر لی ہوتی ہے۔

مادہ پرست عذاب کے منکر ہیں

عذاب چونکہ نظر نہیں آتا اس لیے مادہ پرست اس کا انکار کرتے ہیں۔ گویا جو چیز دکھائی نہ دے۔ اس کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ فرشتے اِس کو جو کچھ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ وہ اس کے بھی منکر ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب وہاں پر زندگی ہی نہیں تو عذاب و ثواب کیسے؟

کشف الاسرار والے نے لکھا ہے یہ مسئلہ علمائے ظواہر کا تو ہے ہی نہیں۔ اِس کے بارے تو صوفیائے کرام سے پوچھیں۔ جن کو یہ علم حاصل ہے۔ لکل فنٍ رجالٌ

سیّد انور شاہ صاحب سے یہی سوال کیا گیا تو فرمایا کچھ لوگ انکار تو کرتے ہیں لیکن مَیں تو اس کا قائل ہوں۔

فمن لم یجعل اللہ لہٗ نوراً فما لہ من نور

جن کے لیے اللہ نے نُور بنایا ہی نہیں اُن کے لیے نُور کہاں سے آئے وُہ نورِ محمّدی کو حاصل کرتے تو ہی حاصل ہوتا۔ اور نورِ بصیرت کے بغیر قبر کا عذاب و ثواب نظر آ ہی نہیں سکتا۔ حضورؐ خود دیکھتے تھے۔ ان آنکھوں سے نظر نہیں آئے گا۔ اس کے حصول کے لیے وہ لوگ تلاش کرو۔ گو وہ نابُود ہو چکے ہیں۔

قبر کا عذاب و ثواب

موت کے ساتھ ہی عالمِ برزخ کے اثرات شروع ہو جاتے ہیں۔ بے شک ابھی اس کا جسد دُنیا ہی میں رکھا ہُوا ہو۔ عذاب تو

اُسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت رُوح قبض ہو رہی ہوتی ہے

قال تعالیٰ،

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

یہ آیۂ کریمہ صاف صاف دلالت کرتی ہے۔ موت کے وقت عذاب کی کہ سکرات موت اور غشی کی حالت میں فرشتے ہاتھوں کو لمبا کیے ہوتے ہوتے ہیں۔ لمبے کرنے سے مراد مار رہے ہوتے ہیں۔

سورہ محمّد میں آتا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ

فرشتے مُنہ اور پیٹھ پر مارتے ہیں۔

گویا عذاب شروع ہوگیا۔ الیوم تجزون آج دن جس وقت رُوح قبض ہو رہی ہے۔ عذاب کی وجہ کہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے۔ اور آیاتِ الٰہی پر تکبر کرتے تھے۔ عمل نہیں کرتے تھے۔ جسدِ انسانی بے شک دُنیا میں رکھا ہے لیکن برزخ کا عذاب شروع ہوگیا۔ گو ہمیں نظر نہیں آتا۔

نماز کی حقیقت

ایک صحابیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "یا رسول اللہ مجھے چھوٹی سی نصیحت فرمائیں جس پر عمل کر کے میں کامیاب ہو سکوں"۔

آپؐ نے فرمایا "نماز ایسے پڑھو کہ اس وقت اپنے آپ کو تمام دُنیا سے علیحدہ کر لو، یعنی اللہ کی ذات میں غرق ہو کر، دُنیا ہے بھی کہ نہیں اس کو بھی بھلا کر، تمام دُنیا سے اپنی اُمیدیں ختم کر کے اور یہ کہ یہی نماز میری زندگی کی آخری نماز ہے"۔

جسم مثالی کوئی پانچویں مخلوق ہوگا؟

جسم مثالی کے متعلق فرمایا جسم مثالی کا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے غور کا مقام ہے! حدیث شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ جسم مثالی جو تصویر کی مانند ہے۔ کیا تصاویر یعنی عکس بھی نماز پڑھتے ہیں۔ اس عقیدے کی سختی سے تردید فرمائی۔

فرمایا بعض اوقات ہمارے ساتھی اندرون ملک اور بیرون ملک جو بھی صاحب کشف ہیں دورانِ ذکر مجھے اپنے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ آواز سُنتے ہیں۔ حج کرنے والے کئی احباب کشفاً مجھے وہاں دیکھتے ہیں۔ اور مجھے خبر تک نہیں ہوتی۔ اسی طرح دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھے دیکھتے ہیں۔ آواز سُنتے ہیں اور بعض لکھ بھی لیتے ہیں۔ یہ سب جسم مثالی کی حقیقت ہے۔

۱۔ جسم مثالی کا عقیدہ رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ عذاب و ثواب اس جسم کو نہیں بلکہ جسم مثالی کو ہوگا۔ جنت و دوزخ میں بھی مادی جسم کی بجائے جسم مثالی ہی جائے گا۔

۲۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے اللہ کو بھی نا انصاف سمجھتے ہیں۔ کہ اچھائی اور بُرائی تو جسم مادی کریں اور سزا جسم مثالی کو ملے۔

۳۔ انسانوں اور فرشتوں کا مادہ تو ہے۔ جسم مثال کا مادہ کیا ہے اس کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔ رُوح کا مادہ کوئی نہیں۔ لیکن فرمایا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ۔

۴۔ کیا جسم مثالی پر کچھ فرائض بھی ہیں۔ پھر ان احکامات کا ذکر کہاں اور کس جگہ ہے۔ کہ جن کی نافرمانی سے اس کو عذاب ہوگا؟

۵۔ جسم مثالی کے لیے پھر اسی مادے کا رسول بھی مثالی آنا چاہیے تھا

۶۔ دُنیاوی زندگی میں یہ جسم مثالی رہتا کہاں ہے؟

مجھے تو کہیں سے ان کا ثبوت نہیں ملا! خدا جانے انہوں نے کہاں سے گھڑ لیا یہ عقیدہ۔

وکالت کی اُجرت

میانوالی کے ایک وکیل صاحب کو نصیحت کرتے ہُوئے فرمایا ممُوفیوں کی جماعت کو بدنام نہ کرنا، تم لوگ بایزید یا شیخ عبدالقادر جیلانی تو نہیں بن سکتے۔ لیکن یہ کیا کم ہے کہ عقیدہ درست ہو جائے۔ اور نمازی بن جاؤ۔ لالچ بالکل چھوڑ دو۔ وکیل ہوتے ہوئے وکالت کی اُجرت آپ کا حق ہے۔ سچ کا ساتھ دو۔

موجُودہ دَور میں رشوت سے بچنے کا حیلہ

رشوت کے بارے ذکر چلا تو فرمایا "اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے کچھ دینا تو رشوت نہیں، رشوت تب ہے جب باطل کو حق بنایا جائے۔ کسی اور کا حق حاصل کرنا مقصود ہو۔ جہاں اپنا حق جا رہا ہو۔ پیسے دے کر اپنا حق وصول کرنا ناجائز نہیں۔

چکوال کے ایک ساتھی امداد شاہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ترقی حاصل کرنے کے لیے ۵۰ روپے ان سے رشوت طلب کی گئی انھوں نے اپنے ایک ساتھی مولوی صاحب سے مشورہ لیا جنہوں نے اس کو ناجائز کہتے ہوئے دینے سے روک دیا۔ اب ان سے جونیئر کو ترقی دے دی گئی۔ ہائی کورٹ تک شاہ صاحب کو مقدمہ کرنا پڑا۔ مَیں نے انہیں کہا مولوی صاحب کو ان حالات کا علم نہیں تم نے مجھ سے پوچھنا تھا، ۵۰ روپے دے دیتے، اس کا گناہ تو صرف لینے والے پر تھا۔ نہ کہ آپ پر۔

ایک ساتھی نے عرض کی حضرت بعض اوقات جھوٹ بول کر اپنا فائدہ حاصل کرنا پڑے تو؟

"فرمایا جھوٹ تو ناجائز ہے"

عرض کی۔"سچ کہنے سے تو چھٹی تک نہیں ملتی"؟

فرمایا"تم لوگ حالات کو خود بھی تو سمجھتے ہو کہ کن حالات میں کیا کرنا ہے۔ خود بھی تو مفتی ہو، رشوت سے بچنے کے لیے ایک حیلہ کر لیا کرو۔ کہ کسی شخص کو اپنا کام کروانے کا ذمہ دے دو کہ یہ میرا کام کروا دو تم میرے وکیل ہوا پنی اُجرت لے لینا۔

ساتھیوں سے محبّت

کئی مرتبہ ساتھی جانے کی اجازت چاہتے تو حضرت اکرم دیر تک اُن سے گفتگو فرماتے رہتے۔ نصائح، گھر کے حالات، اصلاح اعمال وغیرہ کی اس طرح تاکید فرماتے۔ جس سے سمجھ آتا جیسے آپ کا دل نہیں چاہ رہا کہ جائیں۔ کبھی ذرا ناراضگی کا اظہار جانے والوں سے یوں فرماتے۔

ا۔ کیا مَیں ہی صرف فارغ ہوں۔ آپ لوگوں کو تو کام ہیں؟

ب۔ پچھاں (شام) کو آتے ہو اور وڈے ویلے فقیری گھن کے لاری تے چڑھ ہوتے گھر (صبح فقیری حاصل کر کے گھر بھی پہنچ جانے کی تمنا رکھتے ہو کہ دُنیا میں کام ہیں۔)

صدر ضیاء الحق کے دَورِ حکومت کی پیشگوئی

جولائی ۱۹۷۷ء، مارشل لاء لگا تو منارہ سکول میں اجتماع شروع تھا۔ کچھ دنوں بعد الیکشن کا اعلان ہُوا۔ اجتماع کے اختتام پر لنگر مخدوم کے پروگرام کا اعلان فرمایا۔ ایک ساتھی نے عرض کیا۔ حضرت ان ایام میں الیکشن کی وجہ سے ٹرانسپورٹ نہیں ملے گا۔ تو ساتھیوں کو پریشانی ہو گی۔ آپ نے فرمایا،

"کینڈی ماؤ دے الیکشن"

سب کو یقین ہو گیا کہ الیکشن ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ مارشل لاء لگے ہوئے تھوڑے ہی روز گزرے تھے۔ منارہ سکول کے کمرے میں آپ نے فرمایا ان کے کام تو اللہ ہی جانے لیکن نظر ایسے آتا ہے۔ کہ ضیاء الحق کا دَور سابقہ حکمرانوں سے لمبا ہو گا۔ حالانکہ انہی دنوں الیکشن کروا کر واپس جانے کا وہ اعلان کر چکا تھا۔

وظائف اور اصلاح کا طریقہ

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ اعمال وظائف کے

لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ یہ تو حضورؐ کی طرف سے اجازت بلکہ کرنے کا حکم ہے۔ سب سے بڑا وظیفہ فرائض کی پابندی، حلال و حرام کی تمیز اور احکام کی بجا آوری ہے۔ اس دَور میں اصلاح کا یہی واحد کامیاب طریقہ ہے۔ کہ ایک ایک آدمی کو لے کر اس کو اللہ اللہ سکھلاؤ۔ اور اس کا رابطہ اپنے خالق سے پیدا کر دو۔ مجدد صاحبؒ نے اِسی طرح لوگوں کی اصلاح کر کے اکبر کے الحاد کا مقابلہ کیا۔

علمِ باطنی کا حصُول اور شیخ سے قلبی تعلّق

ایک دفعہ فرمایا سستی تو ہو جاتی ہے مگر تعلق میں کمی نہیں آنی چاہیئے۔ میرے پاس جب آتے ہو تو ایک ہی توجہ سے تمام سستی اور کمی پُوری ہو جاتی ہے۔

مفتی غلام صمدانی صاحب نے پوچھا حضرت جب منازل میں سالک چل رہا ہوتا ہے تو رُک کیسے جاتا ہے۔؟

پوچھا کہاں چل رہا ہو؟ کیا مقام خُلد پر؟

"آگے دیکھیں کیا ہے۔؟" عرض کی "میز ہے۔"

فرمایا "اس کو پکڑ لیں۔"

کچھ عرصہ گزر گیا۔ جب بھی آگے جانے کی مفتی صاحب نے کوشش کی تو میز نے راستہ نہ دیا۔

کچھ عرصہ بعد حضرتؒ کراچی تشریف لے جا رہے تھے مفتی صاحب ہمراہ تھے۔ ٹرین میں عرض کیا "حضرت وہ میز جان نہیں چھوڑ رہا" آپ کو منارہ کا واقعہ یاد آ گیا۔

فرمایا "یہی شیخ کے الفاظ یا ارادہ کا اثر ہے! علمِ ظاہری کے حصول کے بعد اُستاد کی بے ادبی سے علم کی برکت کم ہو جاتی ہے۔ علم ضائع نہیں ہوتا لیکن علم باطنی سارے کا سارا شیخ سے قلبی تعلق اور خلوص سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی نہ، یا ناراضگی سے فوراً ختم ہو جاتا ہے۔

فرمایا "اب میرے قلب پر خیال کریں۔ اور چلیں۔" چند ساعتوں میں کئی مقامات آگے کے طے کروا دیئے۔

صرف قربت کافی نہیں دل میں طلب بھی تو ہو!

فائدہ دین پر عمل کرنے سے ہے۔ صرف پیر کی دُعا یا بیعت سے کام نہیں چلتا۔ سب کچھ اپنے کرنے سے ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ فرعون کے گھر ۳۲ سال رہے۔ لیکن اسے کچھ فائدہ نہ ہُوا۔ کیونکہ نہ ہی ایمان لایا اور نہ دین پر عمل تو بعد کی بات تھی۔ کسی بُزرگ کے پھونک مارنے سے کچھ ممکن نہیں۔ کئی لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ آپ کی بڑی شہرت سُنی ہے۔ کوئی دُعا کر دیں تھا پڑا لگا دیں ہمارا بھی بیڑا پار ہو جائے۔ نماز روزہ، نہ پاک پلیدی، حرام و حلال کی پرواہ نہیں۔ اللہ رسُولؐ سے نہ ہی کچھ تعلق ہے۔ عجیب سوچ ہے!

دلائل السلوک میں مَیں نے لکھ دیا ہے کہ سلوک کی غرض کہ ہم سارے کام ہی ایسے کریں۔ جن سے اللہ اور رسُولؐ راضی ہو جائیں۔ دُنیا سے تو سلوک کا تعلق ہی نہیں۔ نہ رزق کی فراخی اور تنگی سے اولاد کے ہونے یا نہ ہونے سے، نہ ہی عزت و ذلت سے، یہ سب اللہ کے کام ہیں اس کی مرضی۔ ہمارا کام اس کو راضی کرنا۔ جب وہ راضی ہو جائے تو اپنے بندے کو خود ہی سنبھال لیتا ہے۔

صرف تعویذ گنڈے، یا ایسے کاموں کے لیے میرے پاس آنے والے کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ہندوستان کی زمین پہ نظر ماریں تو پاکستان بننے سے پہلے بھی اہل اللہ کے حلقے ملتے ہیں۔ اب تو لوگ دین سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ اُس وقت اہلِ سُنّت میں کوئی آدمی بھی ایسا نہ تھا جس کا کوئی شیخ نہ ہو۔ تمام لوگ بیعت کرتے۔ مولوی سارے ہی مُرید ہُوا کرتے تھے۔ لیکن ان سب کے باوجود بہت ہی کم صُوفی ملتے ہیں۔ چین سے جاپان بلکہ بخارا تک دیکھ لیں چند ہی صُوفی ملیں گے۔ حاصل کرنے والے اتنی محنت نہ کرتے

اور دینے والے خوب چھان پھٹک کر دیتے ۔ حضرت جنید بغدادیؒ توجہ دے کر کچھ عرصے کے لیے چھوڑ دیتے پھر دیکھتے محنت کرنے والا شخص ہے تب تو بٹھا لیتے، ورنہ روانہ کر دیتے کہ تم میں اہلیت ہی نہیں۔
کچھ محنت نہیں کرتے بعض کی قسمت میں نہیں ہوتی۔ بعض کے دل میں محبت نہیں رہتی ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اللہ تعالیٰ جس کام کے لیے کسی کو پیدا کرتا ہے اسی کی محبت دل میں ڈال دیتا ہے۔ ہمارے گاؤں کا ایک شخص خوشاب کے علاقہ میں سفر پر تھا۔ ایک ڈیرے پر رات بسر کرنے کو ٹھہرا۔ شام وہ لوگ اکٹھے بیٹھے اور کتوں کی باتیں شروع کیں۔ یہ تو نماز پڑھ کر سو گیا۔ وہ دیر تک انہی باتوں میں لگے رہے۔ صبح اس شخص نے نماز کے بعد دعا کی خدایا! یہ لوگ تمام رات کتوں کو ہی یاد کرتے رہے۔ اور اپنے مالک کو یاد نہیں کیا۔ انہیں بھی توفیق عطا کر۔

فرمایا! حق نواز نامی ایک بدمعاش میرے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ لوگ آپس میں ہر وقت مقدموں اور قانون کی باتیں کرتے رہتے۔

میں نے پوچھا "حیرت ہے انگریز کے قوانین تو تم لوگوں نے یاد کر لیے ہیں۔ قرآن یا نماز کا کوئی مسئلہ تم لوگوں کو نہیں آتا۔"

جواباً کہنے لگا۔ "مولوی صاحب! نیکی کا کوئی کام ہم سے ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم کیا کریں؟"

عذاب قبر سے بچانے والے اعمال

کئی مرتبہ مشاہدہ ہوا ہے، لوگ قبر پہ ابھی کھڑے ہوتے ہیں کہ سوال و جواب شروع ہو جاتا ہے۔ عذاب کا پہلا حملہ سر کی طرف سے ہوتا ہے تو قرآن کریم آگے آ جاتا ہے۔ پھر دائیں طرف سے تو نماز آگے آ جاتی ہے۔ بشرطیکہ مرنے والا مخلص نمازی ہو۔ بائیں طرف سے دُنے پاؤں کی طرف صدقات اور حج آکر روک لیتے ہیں۔

فرمایا! برزخ میں زیادہ تر لوگ معاملات کی وجہ سے گرفت میں ہیں۔ لینا دینا، قرض، خرید و فروخت، آپس کے تعلقات وغیرہ۔ مسلمان ان کو دین سمجھتے ہی نہیں۔ معاملات کی معافی اسی بندے سے کروانا ہوتی ہے۔

فرمایا! برزخ کا رُخ قیامت کی طرف ہے اور پیٹھ ہماری طرف زندوں کے اعمال کا ثواب اُنہیں پہنچتا ہے۔ دُنیا سے برزخ کا تعلق حشر تک ہو گا۔ پُل صراط کے بعد دار القرار ہے۔ دُنیا کمائی کی جگہ ہے۔ موت کے وقت دُنیا خواب دکھائی دے گی۔ حضرت نوحؑ کی عمر ۱۶۰۰ سال تھی۔ ان کا معجزہ اُن کی ذات میں تھا۔ دانت نہیں گرے۔ شنوائی ٹھیک، بینائی درست، اعضا سلامت، بال تک سفید نہیں ہوئے۔

فرشتے نے موت کے وقت پوچھا "دُنیا کو کیسے پایا۔"
فرمایا "میں تو دُنیا کے ایک دروازے سے داخل ہوا اور دوسرے سے گویا نکل آیا۔ راستہ لمبا ہے۔ سواری اور خرچ کی ضرورت ہے۔ تنہا جواب دینا ہو گا۔ سارے دُنیاوی کام کرو۔ لیکن اللہ سے تعلق نہ توڑو۔

بہترین دُعا

سب صحابہؓ کوئی نہ کوئی کاروبار کرتے تھے۔ کسی نے گوشہ نشینی اختیار نہیں کر رکھی تھی۔ دُنیا میں انسان کام کرے لیکن خدا کو نہ بھولے۔ نہ ہی اپنے آپ کو خدا سمجھ بیٹھے۔

فرمایا! میرے شیخ جلدی فوت ہو گئے۔ ایسا کوئی نہ تھا کہ میں جس سے یہ علم حاصل کر سکتا۔ لہٰذا میں نے کتاب و سنت کی طرف زیادہ توجہ رکھی۔ کیونکہ شیطان بڑے بڑے حملے کر کے گمراہ کرتا رہتا ہے۔

بہترین دُعائیں وہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مانگیں وہ ہم بھی مانگیں۔ حضرت آدمؑ پر جب مصیبت آئی تو انہوں نے کیا دُعا مانگی ؟ حضرت نوحؑ پر مصیبت آئی تو انہوں نے کیا دُعا مانگی۔ جتنے بھی انبیاء گزرے انہوں نے یہی دُعائیں مانگیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے کئی مرتبہ خواب میں اللہ کی زیارت ہوئی۔ "میں نے ایک روز پوچھا اللہ قبر کے عذاب سے بچنے والی کونسی چیز ہے۔ تو حکم ہوا قرآن کا پڑھنا بہتر ہے، سمجھ کر پڑھو یہ قبر کے عذاب سے بچنے کا سبب ہو گا۔ اس لیے تلاوت کی جائے۔ وہی دُعائیں مانگی جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگیں۔

خدمتِ شیخ میں

احمد نواز بھر بار

۱۹۶۶ء میں گورنمنٹ کالج سرگودھا سے بی۔ اے کے امتحان سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً ۴½ سال غفلت میں بسر ہوا۔ پھر ایک دفعہ اللہ کریم کے فضل وکرم سے ایک تصوف کی کتاب معرفتِ الٰہیہ کے مطالعہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ اس کے بعد دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی طلب کی خواہش ہوگئی اور کامل ولی اللہ کی تلاش میں لگ گیا۔ کچھ بزرگوں کی صحبت میں حاضری دی مگر تشنگی نہ بجھ سکی۔

اسی اثناء میں ایک پرانے ساتھی سے شاہپور صدر ملاقات ہوئی۔ جو ہائی سکول میں مدرس تھے۔ انہوں نے میرے محبوب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرایا اور دلائل السلوک کے متعلق کافی دیر گفتگو فرمائی۔ باوجودیکہ بندہ بہت سخت دل تھا۔ اس کلام نے بندہ کے دل میں رقت پیدا کر دی۔ بندہ بہت حیران تھا۔ حضرت جی کے شاگردوں سے بھی فیض جاری ہے تو خود بحرِ ذخار ہوں گے۔ دلائل السلوک کا مختصر مطالعہ کیا اور شیخِ کامل کی پہچان پڑھ کر تشنگی اور بڑھ گئی۔ ۱۹۷۰ء میں حلقہ کے پرانے ساتھی کی دعوت پر میر غلام نبی اور بندہ حلقۂ ذکر میں شامل ہوئے۔ جس کے چند دنوں بعد بندہ نے محسوس کیا۔ جس چیز کی طلب تھی اللہ کے فضل وکرم سے صحیح سمت پر چلنا نصیب ہو چکا ہے۔ مہر غلام نبی کو دوسرے دن ہی معمول میں سلطان الاذکار کی کیفیات کا مشاہدہ ہوا۔ بندہ کے معاملات میں یکسر تبدیلی آگئی۔ عبادت میں انہماک اور فکرِ آخرت نصیب ہوا۔ محبوبِ حقیقی کی رضا کے حصول کی تمنا بڑھ گئی۔ اطاعتِ باری تعالیٰ کو اپنانے کا شوق پیدا ہوا۔ تقریباً چھ ماہ لطائف کیے مگر ابھی تک حضرت جیؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف نصیب نہ ہو سکا۔ سرگودھا میں حضرت جیؒ کے ایک صاحبِ مجاز بزرگ تشریف لائے۔ جنہوں نے شام کے معمول میں ہمیں مراقبہ احدیت کرایا جو تقویت کا باعث بنا۔ ہمیں بتایا گیا۔ احدیت تک رسائی کوئی معمولی نعمت نہیں ہے۔ سالہا سال کی محنت کے بعد چند کو یہ دولت نصیب ہوتی تھی۔ غلط مجلس اور بُری صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ اب تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شوق زیادہ بڑھنے لگا۔ خبر ملی کہ میرے محبوب شیخ المکرم رحمۃ اللہ علیہ جوہر آباد تشریف لائیں گے۔ حضرت جی کی قدم بوسی کی سعادت جوہر آباد میں نصیب ہوئی۔ حضرت جیؒ کی سادگی اور بے تکلفی دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اتنی بلند پایہ شخصیت کی اس قدر عامیانہ زندگی؟ عقل دنگ تھی، اور حضرت جیؒ کے شاگردوں کو دیکھ کر حیرت اور بڑھ گئی کہ اکثریت اللہ تعالیٰ کے عاشق اور محبوب نظر آتے تھے۔ بندہ نے محسوس کیا کہ اللہ کریم نے مجھے دنیا میں اپنے محبوب ترین بندہ کے قدموں میں پہنچا دیا ہے۔ حضرت جیؒ کی صحبتِ اقدس میں چند لمحات نصیب ہوئے۔ پھر تو زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا۔ حضرت جی کی ہستی دل میں بس گئی اور لقائے باری تعالیٰ اور معرفت باری تعالیٰ کی چنگاری بھڑک اُٹھی۔

؎ آتا نہ ہو گا راس نہ آئے کسی کو عشق
ہم کو تمہارے درد نے انسان بنا دیا

گھر میں والدہ ماجدہ نے بھی ذکر میں شمولیت اختیار کر لی۔ والدہ کو اپنے ساتھ ذکر کرانے میں کافی تقویت نصیب ہوئی۔

چند ماہ بعد منارہ میں گرمیوں کے سالانہ اجتماع میں اپنے محبوب

حلقہ ذکر میں شامل ہو گئے۔ ان دنوں جناب محمد خان صاحب ہیڈ ماسٹر تھے وہ بھی حلقہ ذکر میں شامل ہوئے۔ اس مردِ خدا کو حلقہ ذکر میں شمولیت کا واسطہ اللہ کریم نے بندہ سیاہ کار کو بنا دیا۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔

جناب قاضی بشیر صاحب اور محمد حسین شاہ صاحب، مہر محمد یوسف حلقہ میں شامل ہوئے اور دین کی ترویج میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس عرصہ میں اکابرین ہر ماہ گاہ بگاہ یکبار تشریف لاتے تھے۔ جن سے ہمیں اچھی تربیت اور تقویت ملی۔ حضرت مختار احمد صاحب مدظلہ پی۔ اے۔ ایف سرگودھا میں پوسٹنگ پر آگئے۔ حضرت جیؒ نے فرمایا "مختار آگیا ہے۔ وہ سرگودھا کی جماعت کو ان شاء اللہ سنبھال لے گا۔ حضرت شیخ محمد شکیل صاحب بھی ۱۹۷۱ء میں حلقہ میں شامل ہو چکے تھے۔ ان کے گھر اکثر اجتماع رہتا۔ واقعی حضرت مختار احمد صاحب نے حضرت جیؒ کے فرمان کے مطابق سرگودھا کی جماعت کو نہ صرف سنبھالا بلکہ فعال بنایا۔ یہ سرگودھا کی جماعت دراصل بنیادی طور پر حضرت مختار احمد صاحب کی تربیت یافتہ ہے۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت جیؒ بمعہ چند احباب نے حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حرمین شریفین حاضری دی۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر الوداع کہنے کے لیے ہم کافی ساتھی حاضر تھے۔ چند پرانے اکابر ساتھیوں نے بندہ کو کہا کہ آپ حضرت جیؒ کو عرض کریں کہ جو احباب آپ کے ہمراہ حج کے لیے جا رہے ہیں۔ وہاں مدینہ منورہ میں اُن کی روحانی بیعت کی تجدید ہو۔ تجدید بیعت میں روحانی طور پر شمولیت کے لیے ہم سب درخواست کرتے ہیں۔ بندہ نے حضرت جیؒ کو عرض کر دیا۔ جب آپ ریلوے پلیٹ فارم پر تشریف فرما تھے۔ جواباً حضرت جیؒ نے فرمایا۔ میرا ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ کراچی جا کر تمام پرانے ساتھیوں کی فہرست تیار کراؤں گا اور ان سب کو تجدید بیعت کے لیے روحانی طور پر دربار نبویؐ میں پیش کیا جائے گا۔ بندہ نے عرض کی حضرت جیؒ میں اپنے لیے بھی درخواست کرتا ہوں۔ فرمایا "تم تو سب سے پہلے ہو" کمال شفقت تھی۔

حج سے واپسی پر حضرت جیؒ کو ہم نے (یعنی سرگودھا کے احباب) ملک مختار احمد صاحب کے ہمراہ لالہ موسیٰ ریلوے اسٹیشن پر حضرت جیؒ کا استقبال کیا۔ وہاں ٹرین کے ڈبہ میں ہی ہمیں (حضرت مختار احمد صاحب اور حضرت محمد شکیل صاحب اور احمد نواز) مدینہ منورہ سے تحریر کردہ مکتوب (جس میں حضرت جیؒ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا ہونے والے انعامات کی مبارک باد دی) عطا کیے۔ انتہائی خوشی کا عالم تھا۔ ہم جیسے سیاہ کاروں کو اتنا بڑا انعام!

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

اُس گرامی نامہ کی نقل درج کر رہا ہوں۔

مدینہ طیبہ ۱۵-۱-۷۴

عزیزم احمد نواز عاقبت بخیر باد

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

آج دربارِ نبویؐ سے آپ کو دو انعام عطا ہوئے۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے میرا سلام پہنچا دو۔

۲۔ اسے ہماری خوشنودی کی بشارت دے دو۔

میری طرف سے آپ کو ان دو انعامات کے ملنے کی مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت نصیب فرمائے اور پورے خلوص سے دین حق کی خدمت کا جذبہ قائم رکھے۔ اخلاص اور استقامت صوفی کی اصل دولت ہے۔

یہاں کے سب ساتھی آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

"تمام جماعت کی غائبانہ بیعت ہوئی۔ اس کے بعد ۱۵ آدمی خدمت دین کرنے والے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے نکالے جن میں آپ بھی تھے۔

از مدینہ طیبہ ۱۵/۱/۷۴

والسلام

اسمِ گرامی حضرت شیخ المکرمؒ

یہ سب انعامات دراصل حضرت جیؒ کی جوتوں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرنے سے ملے۔ واپسی پہ رات حضرت جیؒ کے ہمراہ چکوال گزاری۔ وہاں پر حکیم محمد صادق صاحب نے بتایا کہ آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ

شیخؒ کی خدمت میں حاضری کا دوبارہ شرف نصیب ہوا۔ بھائی غلام نبی بھی ہمراہ تھا۔ اُس وقت احباب بہت کم تھے۔ درمیان والے کمرہ میں سب سما جاتے تھے۔ دورانِ اجتماع حضرت جیؒ کی کافی صحبت نصیب ہوئی۔ حضرت جی کی اقتدا میں نمازیں نصیب ہوئیں۔ ملفوظات اور تقاریر سے بہت استفادہ کیا۔ دل میں پختہ عزم پیدا ہوگیا کہ حضرت جیؒ کے مشن کو پھیلایا جائے۔ حضرت جیؒ کی تڑپ بھی تھی کہ لوگوں کو اللہ کے ساتھ جوڑا جائے جو ساتھی قلب یکسو کر جائے وہ بھی لوگوں کو حلقہ میں شامل کر کے قلب کھائے تو انشاء اللہ اس کو لطیفہ قلب نصیب ہو جائے گا (او کما قال) اجتماع سے واپسی پر بندہ کو اپنے چند کالج دور کے دوستوں نے گھیر لیا اور تبدیلی کا سبب دریافت کیا۔ بندہ نے تفصیلی تعارف کرایا اور حلقہ میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ اسی شام کو اللہ کریم نے انہیں حلقہ ذکر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب کی۔ تقریباً ایک گھنٹہ لطائف کیے۔ مسجد میں بجلی نہیں تھی اور سخت گرمی تھی۔ پہلے معمول میں ہی تمام ساتھی بہت متاثر ہوئے اور وہی معمول ان کے لیے انقلاب کا سبب بن گیا۔ دو ساتھیوں نے دوسرے دن ہی داڑھی رکھ لی۔ باقی ساتھیوں نے بھی کچھ عرصہ بعد میں یہ شرف حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ چند دنوں میں ہم تقریباً نو ساتھی معمول کرنے والے بن گئے۔ جس کی اطلاع محبوب شیخ الاسلامؒ کو بذریعہ خط دی۔ واپسی جواب سے نوازا گیا حضرت جی کے خط کا مفہوم یہ تھا۔

"بیٹا! آپ کا خط ملا۔ مردانِ خدا یوں ہی ہوا کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو بچانا کوئی بڑا کمال نہیں ہے۔ دوسروں کو شیطان کے چنگل سے بچانا بڑا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہت بڑا صلہ عطا فرمائے گا۔ مشائخ کی طرف سے آپ کو منصب کی دولت سے نوازا جائے گا۔ ساتھیوں کو نماز کی پابندی کی تاکید اور دو وقت معمول کی پابندی دوامِ ذکر، جھوٹ سے بچیں۔ حلال و حرام کی تمیز کے لیے تاکید کریں۔ طوفانِ نوحی میں ذکر اللہ کی کشتی نجات کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد حضرت المکرمؒ کی توجہ اور اللہ کریم کے فضل و کرم سے دینی خدمت کا شوق بہت بڑھ گیا اور بفضلہ تھوڑے عرصہ میں کثیر جماعت بن گئی جن میں اکثر احباب کو بعد میں روحانی بیعت کی سعادت بھی نصیب ہوگئی جن میں کچھ احباب کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ مہر غلام نبی صاحب، محمد نواز صاحب، محمد حیات صاحب، محمد ریاض صدیقی صاحب، خان محمد صاحب میر گل محمد صاحب۔ یہ لوگ شروع میں میرے ممد و معاون بنے۔ حضرت جیؒ کے مشن کو پھیلانے میں ان احباب سے بہت تقویت پہنچی۔ ستمبر ۱۹۷۲ء میں اجتماع سے تقریباً تین ماہ پہلے حضرت جیؒ کی خدمت میں تنہا حاضری نصیب ہوئی۔ اس وقت ابھی روحانی بیعت نہیں ہوئی تھی۔ حضرت جیؒ کی کمال شفقت تھی۔ چکڑالہ میں اتنی گرمی میں سفر کر کے آنے پر بار بار افسوس کا اظہار فرمایا کہ اتنی تکلیف آپ کو ہوئی۔ رات کو سحری کے معمول میں بندہ حضرت جی کے ساتھ معمول میں تنہا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ یا سوا گھنٹہ لطائف کرائے بہت قوت سے لطائف کیے۔ بفضلہ تعالیٰ حضرت جی نے سالک المجذوبی تک مراقبات کرائے۔ دعا کے بعد حضرت جیؒ کی طرف دیکھا تو حضرت جی بندہ کو مسلسل نظر شفقت سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ادب کے لیے اپنی نظریں نیچی کرلیں۔ واپسی پر اصرار کیا کہ سفر کے لیے کرایہ لو۔ بندہ نے عرض کیا۔ حضرت جی آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ عطا فرما رکھا ہے دعا فرمائیں اس کے بعد انتہائی لگن اور محنت کا شوق پیدا ہوا۔ اجتماع منارہ کی حاضری پر دربارِ رسالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ سیاہ کار پر انتہائی شفقت کا اظہار فرمایا۔ غالباً پیشانی پر بوسہ دیا۔ ایک اکابر ساتھی نے حضرت جیؒ سے روحانی بیعت کے لیے عرض کیا۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ ابھی نہیں۔ ابھی اور استعداد پیدا ہو جائے۔ اکتوبر ۱۹۷۲ء میں لنگر مخدوم حضرت سلطان العارفینؒ کے پاس حاضری کے وقت بندہ کو شام کے معمول میں روحانی بیعت کے لیے پیش کیا گیا اور حضرت جیؒ نے روحانی بیعت کروائی۔ اور فرمایا کہ ہمارا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دینا تھا۔ اب تم جانو اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر اس کے بعد گمراہ ہوئے تو دوگنا عذاب ہو گا۔ اُس وقت ساتھی صرف اتنے ہوتے تھے کہ مزار کے اردگرد اوپر والی چار دیواری میں اونچی جگہ بھی نہ بھرتی تھی۔ ۱۹۷۳ء میں پیر بل میں کافی ساتھی

سے باطنی میدان میں جو کام لیا گیا۔ یعنی لوگوں کو روحانی طور پر منازل سلوک طے ہوئیں۔ اس کی نظیر پہلے دور میں نہیں ملتی۔ چند گنتی کے اولیاء کرام ہیں جو بالا منازل میں ہیں۔ دوسرے سلاسل کی انتہائی منازل ہمارے مبتدی ساتھیوں کی ابتدائی منازل ہوتی ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ تمام مناصب اب ہمارے اویسیہ نقشبندیہ سلسلہ میں آگئے ہیں۔ دوسرے سلاسل میں اب کوئی صاحب منصب نظر نہیں آتا۔

حضرت جیؒ ساتھیوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے میں بہت خوش ہوتے۔ ساتھیوں کو چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ بندہ کو وصال مبارک تک خدمت نصیب رہی۔ سفر میں بھی اکثر حضرت جیؒ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت جیؒ اپنے سے زیادہ ساتھیوں کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ جب بھی رات کو ضرورت حاجت کو بیدار ہوتے۔ تو جس کمرہ میں ساتھی سو رہے ہوتے ان کے آرام کا خیال رکھتے۔ دبے پاؤں چل کر طہارت کی جگہ تک جاتے۔ جونہی حضرت جیؒ بیدار ہوتے تھے پاؤں مبارک نیچے رکھتے۔ بندہ بیدار ہو جاتا تھا۔ حضرت جیؒ ہمیشہ اشارہ فرماتے۔ کہ لیٹ جاؤ۔ آرام کرو۔ صبح کی نماز میں قرآن بہت پُرسوز ہوتا۔ جو اکثر احباب پر رقت طاری کر دیتا تھا۔ کئی احباب حضرت جیؒ کی قرأت سن کر محسوس کرتے کہ تیز دھار نشتر سے آیات قلب پر کندہ کی جا رہی ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر ناشتہ تک صحبت شیخ میں ساتھیوں کو نصیب ہوتا۔ تمام ساتھیوں سے محبت و اکرام حد درجہ کا تھا۔ مگر علماء کی بہت زیادہ تکریم فرماتے تھے۔ آفیسر احباب کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے اور ان کو اپنے قریب جگہ عنایت فرماتے تھے۔ بعض احباب کو اپنی بچی ہوئی چائے یا کھانا عطا فرما دیتے تھے۔ حضرت جیؒ کی توجہ سے صاحب علم اور فوج اور اساتذہ نے بہت ہی استفادہ کیا۔ خدمت کرنے والے ساتھیوں کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور خصوصی توجہ سے نوازتے۔ خدمت میں حضرت شیخ مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ حضرت شیخ مدظلہ کا سارا گھرانہ حضرت جیؒ کی خدمت اور ساتھیوں کی خدمت کے لیے وقف تھا۔ حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد اکرم استقامت کا پہاڑ ہے۔ تمام ساتھی شکوہ کرتے ہیں یہ شیطان تنگ کرتا ہے۔ وساوس ڈالتا ہے۔ مگر حضرت مولانا نے آج تک کوئی شکایت نہیں کی کہ شیطان تنگ کرتا ہے بلکہ حضرت مولانا فرماتے تھے کہ شیطان کو تم تنگ کرو۔ دوران حج حضرت مولانا کو قرآن شریف کے نقاط کے القاء ہونے کا انعام ملا جس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ آخری خطاب لنگر مخدوم میں تمام جماعت کا امیر حضرت مولانا کو بنایا۔

حضرت جیؒ کو وضو کرانے کی سعادت بھی بندہ کو نصیب تھی۔ وضو میں تمام اعضاء کو بڑے اہتمام اور سکون سے دھوتے تھے۔ کلمہ شہادت کی کثرت دوران وضو رہتی۔ وضو میں خصوصاً سحری کے وضو میں سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ کثرت سے اور جلدی جلدی پڑھتے تھے۔ پانی کے استعمال میں بہت احتیاط سے کام لیتے۔ پانی کے اسراف کا خیال رکھتے تھے۔ جو ساتھی بھی وضو کرنے کے لیے منہ سے لوٹا لیتا۔ تو حضرت جیؒ منع فرما دیتے تھے۔ کہ تم پانی کو ضائع کرو گے۔ ایک بار میری عدم موجودگی میں فرمایا ''احمد نواز کی ڈیوٹی میرے وضو اور خدمت پر دربار رسالت سے لگائی گئی ہے۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے۔

حضرت جیؒ پروقار اور پُرسکون طریقہ سے کھانا تناول فرماتے تھے۔ اجتماع کے دوران اکثر ساتھیوں کی موجودگی میں کھانا تناول فرماتے تھے۔ کھانے میں لقمے چھوٹے ہوتے تھے اور آرام آرام سے تناول فرماتے تھے۔ اور خوب مزے سے تناول فرماتے تھے۔ دعوتوں اور دیگر کھانے میں دو کھانوں سے زیادہ کو پسند نہ فرماتے تھے۔ پاکیزہ ہاتھوں کا تیار کردہ کھانے کا پابندی سے اہتمام کرتے تھے۔ پھلوں میں آم سب سے زیادہ پسند تھے۔ آپ نہایت متحمل مزاج تھے۔ دس سالہ خدمت کے دوران بندہ کو ایک بار بھی ڈانٹ نہیں پلائی۔ حالانکہ کافی کوتاہیاں سرزد ہو جاتی تھیں۔ ایک بار بندہ سے کھانا کھلانے کے دوران حضرت جیؒ کے قالین پر پانی کا گلاس اُلٹ گیا۔ حضرت جیؒ کے چہرہ اقدس پر ناراضگی کا ایک بل تک نہ آیا، اور کمال شفقت سے فرمایا کہ جب ضرورت پڑے اس وقت پانی ڈالا کرو۔ جب ساتھی حضرت جیؒ کے پاس سے فارغ ہو کر ذکر کے لیے یا اپنی جگہ پر

دوران حج حضرت جیؒ نے آپ کا اور برادرم مختار احمد صاحب کا نام لے کر ہر اہم مقام پر آپ دونوں کے لیے دعائیں مانگیں۔ جن کا مفہوم کہ ان دونوں کو خلوص اور استقامت دیں اور خصوصی قرب نصیب فرما۔

اس انعام کے بعد تو ایک سٹیم بھر دی گئی۔ بہت لگن اور تیزی سے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت اور دعوت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ کریم قبول فرمائے۔

۱۹۷۸ء میں بندہ کی ڈیوٹی حضرت جیؒ کی خدمت پر لگائی گئی جو بہت بڑی سعادت تھی اور یہ سعادت حضرت جیؒ کے وصال کی گھڑی تک نصیب رہی۔ "اللہ کریم بندہ کو برزخ اور آخرت میں حضرت جیؒ کی جوتیوں میں بیٹھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔"

"حضرت جیؒ دن بھر اور رات تقریباً دس، گیارہ بجے تک ساتھیوں کے ساتھ رہتے۔ حضرت جیؒ شفقت و محبت کا مجسمہ تھے۔ ہر ساتھی یہ سمجھتا تھا کہ حضرت جیؒ کو سب سے زیادہ مجھ سے محبت ہے۔ جو ساتھی پریشانیوں، مصائب سے ٹوٹ کر حضرت جیؒ کے قدموں میں پہنچتا تو آپ کی ہستی پاک اس کے لیے ڈھارس اور سکون کا باعث بن جاتی۔ وہ ایسا محسوس کرتا گویا کہ اس پر کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ کمال شفقت اور مہربانی سے دلجوئی فرماتے اور دعا بھی کرتے۔ ایک بار ایک پرانا ساتھی کافی سالوں کے ناغہ کے بعد حاضر خدمت ہوا اور پاؤں میں گر کر دھاڑ دھاڑ رونے لگا۔ حضرت جیؒ اپنا دستِ شفقت اس کی پیٹھ پر پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ رونے کی ضرورت نہیں۔ اب تو تم پہنچ گئے۔ اب رونا کس لیے۔ آپ نے سُستی سے خود اپنا نقصان کیا ہے۔ اگر مسلسل حاضر رہتے تو انعامات ملتے۔ اب فکر نہ کرو۔ اب تو باپ کے پاس پہنچ گئے ہو کمی پوری ہو جائے گی۔ (اوکما قال) ایک شعر پڑھا۔ جو مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔

ہر کہ . . . . بیمار کند
سوئے مادر آکہ تیمار کند

کسی ساتھی پر تو کبھی غصہ نہیں ہوئے۔ مصائب، مقدمے، بیماری آخر وقت تک حضرت جیؒ کے ساتھ لگی رہیں۔ آپ صبر و تحمل اور استقامت کا ایک پہاڑ تھے۔ اتنی آزمائش مقابل حال رہی مگر استقامت سے اور کامیابی سے زندگی گزاری۔ اس کے باوجود تمام ساتھیوں کے خطوط کے جواب، ان کی دلجوئی، بیماریوں کے لیے دعا و تعویذ اور روحانی ترقی کے لیے توجہ فرماتے۔ آنے والے ساتھیوں کو کمال خندہ پیشانی سے ملتے۔ اور ان کی ہر طرح کی تربیت فرماتے تھے۔ واپسی پر تمام احباب روحانی دولت سے مالامال ہو کر جاتے تھے۔ کسی شاعر کے مطابق۔

سے چاروں طرف سے کانٹوں میں گھرا ہوا پھول
پھر بھی کھلا ہوا ہے کیا ہی خوش مزاج ہے

حضرت جیؒ ایک بہت بڑے جید عالم بلکہ علماء کے اُستاد تھے۔ تمام باطل مذاہب کے علوم پر مکمل عبور حاصل تھا اور ہر فرقہ کا رد ان کی کتابوں سے فرماتے تھے۔ اپنے علاقہ کے لوگ فتویٰ بھی حضرت جیؒ سے حاصل کرتے تھے کیونکہ دوسرے علماء پر اعتماد نہ تھا۔ جو ساتھی آتا تھا ان کی ذہنی صلاحیت کے مطابق کلام فرماتے تھے۔ علماء تشریف لاتے تو پھر محفل کا لطف آجاتا۔ ایسے علمی نقاط بیان فرماتے تھے کہ آنے والے علماء کرام محوِ حیرت ہو جاتے کبھی کوئی عالم تشنہ واپس نہیں ہوا۔ آپ کی صحبت میں جو بھی طلب صادق لے کر خلوص کے ساتھ پہنچا۔ پہلی توجہ میں اُس کے لطائف منور ہو جاتے تھے۔ ان گنت ساتھیوں کو مشاہدات نصیب ہو جاتے۔ سینکڑوں ساتھیوں کو دربارِ رسالت تک رسائی نصیب ہوئی اور روحانی بیعت کا شرف نصیب ہوا۔ دورانِ اجتماع معمول کے وقت تو زمین تا عرش اس قدر انوارات ہوتے جیسے کوئی آگ لگی ہو۔ جو بھی صحبت میں آتا وہ تبدیل ہو کر جاتا باقی زندگی رضائے باری میں صرف ہوئی۔ چند دن حضرت جیؒ کی محبت میں رہنے سے ہی قوت پرواز پیدا ہو جاتی تھی۔ حضرت جیؒ نے کئی بار فرمایا کہ برزخ والے اولیاء کرام حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔ جب ساتھیوں کو ڈاروں کی صورت میں پرواز کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ حضرت جیؒ فرماتے تھے کہ سلف صالحین اولیاء کرامؒ ہم سے ورع تقویٰ اور مجاہدہ میں بہت زیادہ تھے۔ یہ میرے رب کی مرضی ہے جس سے کام لے لے۔ تحدیث نعمت کے لیے کہتا ہوں کہ مجھ

جاتے تو تنہائی میں بھی حضرت جیؒ ہروقت متوجہ باری رہتے تھے اور یہ اشعار نہایت سوز سے پڑھتے تھے۔

شاد باش اے عشق سودائے ما
اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

اللہ کریم کی عظمت اور دین کی محبت ہروقت موجزن رہتی۔ اس بارے میں بھی یہ مصرعہ پڑھتے تھے۔

ع ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے

کبھی فرماتے تھے

چنیں یاری کہ یابی خاک او شو
اسیرِ حلقہ فتراک او شو
بدل گشت بدل شد بر کارے او
فصل گشت نور شد بر نارے او

اکثر فرماتے تھے کہ جس کو مجھ سے فائدہ نہیں پہنچ سکا۔ وہ وقت ضائع نہ کرے۔ دنیا میں اور کسی سے اس کو فیض نہیں ہوسکتا۔

• ایک دفعہ بندہ کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ حضرت جیؒ افسر ساتھیوں سے امتیازی برتاؤ کیوں کرتے ہیں۔ دوران وضو ہی حضرت جیؒ نے یہ بات قلبی طور پر محسوس کر لی اور رک کر فرمایا احمد نواز حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا ہے کہ مہمانوں کی مہمانی ان کے رتبہ کے مطابق کیا کرو پھر تشریح میں فرمایا کہ کھانا وہی لنگر والا ہے۔ صرف افسروں کو اپنے کمرہ میں علیحدہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ ان احترام اور دلجوئی ہوجائے۔ کیونکہ ایک افسر کا سدھرنا سینکڑوں آدمیوں کی ہدایت کا سبب بن جاتا ہے۔ بندہ دل میں نادم ہوا اور تشفی ہوگئی۔ اکثر نصائح فرمایا کرتے تھے۔ بشرف ذکر، نماز کی پابندی، حلال حرام کی تمیز، اور بری صحبت سے پرہیز کی پابندی۔

ایک بار حضرت برادرم مختار احمد صاحب نے دوران اجتماع واپسی کے لیے اجازت طلب کی تو اجازت مرحمت فرمائی اور دست شفقت پیٹھ پر پھیر کر فرمایا۔ "ہر کہ جا باشی با خدا باش۔"

حضرت جیؒ کی تڑپ تھی کہ تمام لوگ باخدا ہوجائیں۔ اس لیے ایک ایک کی تربیت فرما کر دربار رسالت تک پیش فرماتے تھے۔

دربار رسالت سے ہی تزکیہ نفس کے لیے ڈیوٹی لگائی گئی جس کو کماحقہٗ سرانجام دیا۔ ہر قسم کے لوگ صحبت میں پہنچے۔ بدکار اور سرکش قسم کے لوگ صحبت اقدس میں پہنچتے جب واپس جاتے تو دل کی کائنات بدل چکی ہوتی تھی۔ عارف باللہ بن کر جاتے۔ فرمایا کرتے تھے۔ "ہم نے اپنی فقیری ڈنڈے سے منوائی ہے۔ بفضل تعالےٰ ہتھیلی پر سرسوں اگائی ہے۔"

فرمایا: کہ کسی ساتھی کا کشف قابل اعتماد نہیں۔ کم ازکم دس سال شیخ سے کشف کی تربیت لی ہو پھر بھی جو کشف آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا حکم کے خلاف ہو۔ اس پر عمل نہ کیا جائے۔

فرمایا کہ ہم امام مہدیؒ کے لیے جماعت تیار کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ ہماری جماعت امام مہدی کی نصرت کرے گی۔

فرمایا۔ کہ یہ رات دن محنت اور اللہ اللہ اس لیے کر رہے ہیں تاکہ اس تاریک دور میں دین کا ناک متن رہ جائے۔

فرمایا: کہ صوفی کا منازل سلوک چلتے رہنا ضروری ہے۔ رکاوٹ تنزل کا باعث بنتی ہے۔ فرمایا: صوفی کے دل سے جو سب سے آخر میں بیماری نکلتی ہے وہ اَنا ہے۔ کسی نہ کسی حد تک ولی اللہ کے دل میں رہتی ہے۔

ایک دفعہ چکڑالہ میں دوران حاضری فرمایا: آج کل بہت سخت ظلمت ہے۔ دن بھر اس ظلمت میں گزارنے سے دل کی صفائی کے لیے پوری طاقت اور قوت سے لطائف کئے جائیں۔ ورنہ شام کے معمول میں تو ظلمت کی صفائی ہوگی اور سحری کے معمول میں ترقی۔ لطائف بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ لطائف مضبوط ہوں گے تو منازل سلوک میں ترقی بھی زیادہ ہوگی۔

فرمایا: جس ساتھی کے لطائف میں یا منازل بالا میں رکاوٹ ہو۔ تو جو مجھے خط لکھنے کا ارادہ کرے۔ اُس سے ہی اس کی منازل کی رکاوٹ ختم ہوجاتی ہے۔ بعض کا خط لکھ کر پوسٹ کر دینے سے رکاوٹ ختم ہوجاتی ہے۔ بعض کا خط جب میں پڑھ لوں تو اُسی وقت اس کی منازل چل پڑتی ہیں۔ بعض میرے خط کا

جواب پڑھ کر منازل میں آگے چلتے ہیں۔

فرمایا: سالک چاہے کتنی بلند منازل پر چلا جائے اس کی ڈور شیخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

حضرت جیؒ کی صحبت اقدس میں بغیر ذکر کے مسلسل رہنے سے بھی لطائف منور ہو جاتے تھے۔

فرمایا: "مجھ سے پہلے دو صدیق کے منصب پر گزر چکے ہیں۔ ایک امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے امام محمد بن غزالیؒ۔"

شیخ المکرمؒ صدیق کے منصب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ مقام عبدیت جو سب سے اونچا منصب ہے اس پر فائز تھے۔

فرمایا: میں ان مردانِ خدا میں سے ہوں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔

فرمایا: پرانے ساتھیوں کو میرے وصال کے بعد مجھ سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔

فرمایا: مشاہدہ ہے کہ عورتیں جلد شیطان کے دھوکے میں آجاتی ہیں۔

فرمایا: ایک عورت حلقہ میں شامل تھی اور ذکر باقاعدگی سے کرتی تھی، مشاہدات بھی تھے۔ اس نے ایک بار خط لکھا: حضرت معمول میں ایک سفید ریش بزرگ میری دائیں طرف بیٹھ جاتا ہے۔ گلے میں بڑے بڑے منکوں والی تسبیح ہوتی ہے۔ میں اس سے ڈر جاتی ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ میں اس سے نہ ڈروں اور دعا کرا سکوں۔ فرمایا: "میں نے اُسے لکھا: کہ شیطان ہے بزرگ نہیں ہے۔ اللہ سے پناہ مانگو۔ ورنہ یہ آپ کو گمراہ کر دے گا۔"

دوبارہ اس نے لکھا کہ حضرت آپ بزرگوں کو شیطان کہتے ہیں۔

فرمایا: "میں نے کہا کہ یہ ہمارے کام سے گئی۔"

فرمایا: عورتیں اکثر رقیق القلب ہوتی ہیں، مشاہدات جلد ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کو سنبھال نہیں سکتیں۔ فرمایا: اکثر دنیا کے سوا بات نہیں کرتیں۔ دین کی بات تو پوچھتی نہیں ہیں۔ جب ملے تو کہتی ہیں حضرت بھینس دودھ نہیں دیتی، اولاد نہیں ہے، مقدمہ ہے، جادو، جن کی شکایت وغیرہ۔

میں ان سے تنگ آچکا ہوں۔ کسی اجتماع میں اگر عورتیں دین یا منازلِ سلوک کے بارے سوال کرتی تو حضرت جیؒ کی طبیعت نہایت ہشاش بشاش ہو جاتی تھی۔

ایک بار بندہ نے ایک ساتھی کے بارے میں (جس کی زندگی حرام روزی اور خورد برد میں بسر ہوئی تھی اور نوکری سے فارغ ہو چکا تھا) عرض کی کہ حضرت اس کو اپنے مقدموں پر آنے جانے کے لیے اپنے پاس رکھ لیں۔ فرمایا: "کہ وہ شخص خائن ہے۔" حالانکہ حضرت جیؒ کو اس کی نجی زندگی سے واقفیت نہیں تھی۔ کمال فراست کے مالک تھے۔

ساتھی جتنا بھی سست اور غافل ہوتا۔ یا دین میں کوتاہی کرتا۔ اُس کو ہرگز نہ ڈانٹتے تھے اور نہ اپنے سے دور کرتے۔ ایک بار چند اکابر ساتھیوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص جماعت کو بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔ فرمایا: "دیکھو نا۔ تمام ساتھی عبدالقادر جیلانیؒ اور جنید بغدادیؒ نہیں بنیں گے۔ ہم سنگریزے اکھٹے کر رہے ہیں۔ کوئی اُن میں ہیرا اور موتی بھی نکل آتا ہے۔ کم از کم میرے ساتھ اُس کے جُڑے رہنے سے عقائد تو صحیح ہو جائیں گے اور نمازی بن جائے گا یا کم از کم جتنی دیر صحبت میں ہوگا تو معصیت سے بچا رہے گا۔

ایک بار فرمایا: "حضرت کرنل مطلوب حسین صاحب جیسا آدمی پوری جماعت میں نہیں ہے۔ انتظامی صلاحیت میں کوئی ان کا ہم پلّہ نہیں۔ (راوی کا قول) دارالعرفان کی تکمیل کے موقع پر (یعنی جب اوپر والی بڑی چھت مکمل ہوئی۔) تو فرمایا: کہ کرنل مطلوب کے جنت جانے کے لیے یہ کافی ہے۔"

فرمایا: "اگر حضرت ملک محمد اکرم مدظلہ اور کرنل مطلوب حسین کو جماعت سے نکال دو تو باقی جماعت میں کیا رہ جائے گا؟"

ایک بار ایک ساتھی نے اپنے بیٹے کی شکایت کی کہ بے دین ہے دعا کریں وہ نمازی بن جائے۔ فرمایا: "جب تک اُس کا اپنا ارادہ دین کی طرف نہیں ہوتا مشکل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ ؕ اللہ تعالیٰ اُس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ اپنی حالت بدلنے کا آپ ارادہ نہ کرے۔"

ایک بار ایک ساتھی نے شکایت کی کہ تہجد کے لیے بیداری نہیں

ہو سکتی۔ دعا فرمائیں۔ فرمایا تم دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ اتنے لمبے کرے کہ یہاں سے تم کو جگا دوں۔ حضرت جیؒ کی تمام زندگی دین کی خدمت کے لیے وقف تھی۔ اور جو ساتھی بھی دین کی خدمت کرنے والا ہوتا تھا آپ کو بہت محبوب تھا۔

انتظام لنگر و دیگر اجتماع کا انتظام بکھر بار کے ساتھیوں کو بفضلہٖ تعالیٰ نصیب تھا۔ تمام مشکل اور جفاکشی کے کاموں میں بکھر بار کے ساتھی آگے آگے رہتے تھے۔ حضرت جیؒ کی زمین کے قبضہ میں اور حفاظت میں بکھر بار کے ساتھی پیش پیش تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے "بکھر بار کی جماعت تمام جماعت میں جرار جماعت ہے۔ بلکہ مرضِ وفات کی گھڑی میں بھی فرمایا۔ بکھر بار کی جماعت تمام جماعت میں منفرد ہے۔ (او کما قال)۔

شروع سالوں میں حضرت جیؒ دار العرفان اجتماع میں بھی علماء کی درس و تدریس کا کام ساتھ ساتھ کرتے رہتے تھے۔ دینی علوم کے طلباء بھی اجتماع میں ساتھ ہوتے تھے۔ ایک بار حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ فرمایا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کھیتی کا اوزار (ہل، کسی) وغیرہ دیکھ کر فرمایا:

"جہاں یہ آجاتی ہے وہاں دین نہیں رہتا۔" او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی آدمی کاشت کاری میں مشغولیت کی وجہ سے دین میں غافل ہو جاتا ہے۔ اکثر آپ کو کوئی نہ کوئی سخت بیماری رہتی تھی کئی دفعہ فرماتے، علاج کرنے کا کیا فائدہ۔ یہ بیماری ہی ٹھہری رہے۔ کیونکہ یہ جائے گی تو اس کی جگہ دوسری آجائے گی۔

ایک مجلس میں ایک روز تین ساتھیوں نے یکے بعد دیگرے اپنی پریشانی اور تکلیف کا شکوہ کیا۔ فرمایا۔ ایسا کرو تم میرے ساتھ پریشانیوں اور بیماریوں کا تبادلہ کر لو۔ آپ تمام دنیا میں پھر کر دیکھو کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ ملے گا جس کو پریشانی نہ ہو۔ یہ محال ہے پھر فرمایا:

"در دنیا کسے بے غم نہ باشد
اگر باشد بنی آدم نہ باشد"

ایک بار فرمایا جو شخص نیا حلقہ میں آتا ہے۔ پہلی توجہ سے اس کی باطنی شکل درست ہوتی ہے۔ دوسری توجہ سے قلبی صفائی شروع ہوتی ہے۔

فرمایا "ہر انسان کی اعمال کے لحاظ سے باطنی شکل مختلف ہوتی ہے کوئی حرام جانوروں کی شکل پر اور کوئی حلال جانوروں کی شکل پر ہوتا ہے۔ جس کے اعمال قرآن و سنت کے مطابق ہوں اس کی باطنی شکل انسانی ہوتی ہے۔"

۲۴ شعبان ۱۴۰۱ھ میں ایک مجلس میں دار العرفان میں فرمایا کہ جس نے اپنی طرف اللہ تعالیٰ کو متوجہ کرنا ہو۔ تو وہ دعا میں پہلے ..... یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" سات بار پڑھ کر دعا کرے۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ توجہ فرمائیں گے۔

فرمایا: کہ انبیاء علیہم السلام نے جس مطلب کے لیے دعا مانگی۔ اسی نوع کی دعا کے لیے پیغمبر کی دعا مانگی جائے تو یقیناً قبول ہوگی۔ (او کما قال الشیخ)

فرمایا" لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یونس علیہ السلام کی دعا۔ فقط ان کے حصہ میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھ کر دعا کی۔ قبولیت کے لیے اہم ہے۔ پریشانی کے لیے سب سے زیادہ دفعیہ کرنے والی دعا ہے۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ صرف اتنا پڑھے اور اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" اس کو کثرت سے پڑھو۔ کم از کم ایک تسبیح تو پڑھ لیا کرو۔ کسی شخص کو تکلیف پیش آجائے مصیبت میں آئے، پریشانی میں مبتلا ہے کسی تکلیف میں مبتلا ہے تو وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ، بکثرت سے پڑھے۔ محدثین نے لکھا ہے شارحین نے جنہوں نے حدیث کی شرح کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ جس قدر الفاظ آئے ہیں پڑھنے کے لیے۔ ان کا ثواب ساتھ ساتھ بتایا گیا ہے لیکن وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا ثواب بتایا نہیں گیا۔ کیوں؟

راز بیان کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے خزانوں سے ایک خزانہ ہے اور ہمیشہ خزانہ بتایا نہیں جاتا اور کتنی رقم اب خزانے میں پڑی ہیں۔ مخلوق کو

نہیں بتایا جاتا۔ یہ خزانہ ہے اللہ کے خزائن سے۔" وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔" اس کا ثواب نہیں بتایا گیا کہ پڑھنے والے کو کتنا ثواب ملتا ہے۔ ہاں دوسری چیز یہ بھی ہے کہ پانچ تسبیحات ہر روز پڑھنے والا۔ رزق کی تنگی اس کو نہ رہے گی۔ اللہ کو متوجہ کرنے کے لیے اگر دعا کرتی ہو۔ یہ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ آج صبح میں بڑا تنگ ہوا ہوں۔ ان باتوں سے۔ کوئی کام کرنے کو چھوڑتے ہی نہیں یہ ساتھی۔ دعا کرو، تعویذ لکھ دو۔ یہ چیز دم کر دو۔ اس لیے اب میں عرض کرنے لگا ہوں۔ کہ ساری کی ساری چیزوں سے۔ تنگ دستی کے لیے سب سے بڑا علاج جو میں پہلے بتا چکا ہوں۔ پانچ تسبیحات وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ بتا رہا ہوں۔ ظاہر کر رہا ہوں۔ آپ اگر پڑھیں تو ظاہر نہ کریں۔ کہ کسی کو بتائیں۔ اور چار نوافل جو میں نفل ضحیٰ (چاشت) صبح کے سورج چڑھنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے چار رکعت۔ یہ میں لکھ دیتا ہوں کہ بھوک کی تنگی ختم ہو جائے اگر اس پر عمل کرے۔ پہلی رکعت میں والشمس، والضحیٰ والقمر یہ سورہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں اس کے ساتھ جو رکعت آتی ہے۔ والیل، اذا یغشیٰ..... آخر تک۔ دوسری میں یہ پڑھے تیسری رکعت میں جب دوبارہ اُٹھے تو اس رکعت میں پڑھے۔ والضحیٰ والیل اذا سجیٰ...... آخر تک اور چوتھی میں الم نشرح لک صدرک ...... آخر تک۔ یہ چار رکعتیں ہیں نفل ضحیٰ کی۔ اور ان رکعتوں میں یہ سورتیں پڑھے۔ دل میں ارادہ رکھ لے۔ انشاء اللہ بھوک نہیں رہے گی۔ تکلیف نہ رہے گی۔ مگر ہمیشگی کرے۔ خدا سے تمسخر نہ بنائے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن کریم سے کلی یہ ثابت ہے اسم اعظم۔ مثلاً تکلیف کسی قسم کی یا ستار پڑھے۔ بھوک ہے۔ یا رزاق پڑھے۔ یہ اس کی جزئیات ہیں۔

اور" لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ کثرت سے پڑھے"۔ اس لیے میں ساتھیوں کو بتاتا ہوں۔ محدثین جنہوں نے اس کی شرح لکھی ہے۔ یا مجدد صوفیائے کرام۔ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ثواب زمین و آسمان میں نہیں مٹتا۔ یہ عرش کو جا کر ٹکراتا ہے۔ زمین و آسمانوں کو چھوڑ کر عرشِ معلی کے ساتھ ٹکر جا کر لگتا ہے۔ کثرت سے پڑھا جائے اور سب سے بہتر ہے .... پچھلے دنوں مجھے بہجتہ النفوس حدیث کی ایک کتاب مل گئی ہے۔ بخاری کی شرح ایک کامل ولی اللہ نے لکھی ہے۔ جس نے ایک دفعہ یہ کہا تھا کہ جس حدیث میں مجھے شبہ پڑ جاتا ہے۔ شرح کے وقت۔ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر اُسے یہ صحیح کرا لیتا ہوں۔ یہ اُس شخص نے بہجۃ النفوس لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں سب سے بہترین ثواب جو ہے۔ وہ پڑھے۔" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ کہتا ہے کہ ایک تسبیح ضرور پڑھے۔ اس میں تمام چیزیں آجاتی ہیں۔ ساری کی ساری آجاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی پہلے دن کس طرح آئی۔ نزولِ وحی کس طرح شروع ہوا۔ یہ ایک عجیب مسئلہ ہے اور آخر حدیث اس نے جا کر کے بیان کی ہے۔ ہم خود حیران تھے کہ آخر میں حدیث یہ کیوں لایا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ یہ بخاری کے لفظ ہیں۔ اس سے آگے بخاری ختم ہوتی ہے۔ دوسری جلد۔ آپؐ نے فرمایا: محدثین لکھتے ہیں کہ نصف ترازو کو سبحان اللہ پُر کر دے گا۔ اور والحمد للہ نصف ترازو کو پورا کر دے گا۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ تصلؤ الارض او تصلؤ السماء او تصلؤ بین السماء و الارض۔ زمین کو پُر کر دے گا۔ یا آسمانوں کو یا زمین و آسمان دونوں کو پُر کر دے گا اور کیوں لکھا۔ فرماتے ہیں محدثین۔ اور اشارہ کیا ہے امام بخاریؒ نے اس طرف۔ جنتی جنت میں بیٹھ کر کے جس وقت مجلس کریں گے، بیٹھیں گے بات چیت کریں گے۔ دنیا کے انعامات۔ وہاں کے انعامات اللہ کا شکریہ جس وقت اٹھنے لگیں گے۔ آخری کلام جو ہو گی "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ"۔ اس لیے امام بخاریؒ نے سب سے آخر میں اس کو نقل کیا ہے۔ اب یہی طریقہ ہے۔ جب کسی جگہ بیٹھو کسی بدکار کے ساتھ مت بیٹھو۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ بُروں کی صحبت سے بچ کر رہوں۔

صحبت کا اثر ہوتا ہے۔

دنیا میں ہر روز آپ دیکھتے ہیں۔ پانی بھی ڈالتے ہیں۔ میٹھا بھی ڈالتے ہیں۔ دودھ بھی ڈالتے ہیں۔ لیکن کہتے چائے ہیں۔ چائے کی صحبت ہے۔ اس کے اثر نے بدل کے رکھ دیا۔ اس کی صحبت کا اثر یہ ہے۔ بُری مجلس کا بُرا اثر ہوتا ہے۔ اتنی طاقت ہم لوگوں میں نہیں ہے کہ اُس بُرے کو درست کریں۔ اگر یہ طاقت ہو تو ٹھیک ہے صحبت کرے۔ اسی لیے یہ کہا ہے کہ مجلس کرے اس کو دیکھ کر کرے۔ مشکوٰۃ شریف میں آتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں۔ سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ علیحدہ مسجد میں۔ تنہائی میں ایک کونے میں۔ صحابہ کرامؓ ٹولوں کے ٹولوں بیٹھے ہوئے تھے۔ علمی مذاکرات ہو رہے تھے۔ اسی لیے کسی آدمی نے آکر پوچھا۔ ماھٰذہٖ الوٰاحدۃُ یا اباذر یہ تنہائی کیسی ہے صحابہؓ آپس میں مل کر بیٹھے ہیں۔ علمی باتیں ہو رہی ہیں۔ تو جواب دیا۔ سمعت خلیلی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اَلوَاحِدَۃُ خَیرٌ مِنْ جَلِیسُ السُّوءِ۔ وَالجلیس الصالحُ خَیرٌ مِنْ الوَاحِدَۃ۔ میرے حبیب، میرے دوست، میرے محبوبؐ نے مجھے بتایا ہے کہ بُرے مجلسی، بُرے صحبتی سے علیحدہ رہنا چاہیئے علیحدہ رہ کر جُدا بیٹھنا بہتر ہے۔ جہاں کوئی نیک مجلسی مل جائے تو وہ تنہا رہنے سے بہتر ہے۔ تو اس لیے عرض کر دی اتنی بات۔ کہ جس وقت آپ کسی مجلس سے اٹھیں۔ ایسی باتیں ہوں تو اٹھنے کے بعد فوری یہ لفظ پڑھتے چلے جائیں۔ سُبحان اللہ وبحمدہٖ۔ سُبحان العظیم۔ تاکہ یہ کمی پوری ہو جائے۔

تھوڑی سی بات بیان کر دوں۔ بات ضروری تھی۔ وقت تھوڑا ہے۔ مجھ سے کسی عالم نے پوچھا ہے۔ تحریراً پوچھا ہے کہ صوفیاء اکرام، اولیاء اللہ سابقہ جو تھے اُن کے مصلے کے نیچے سے پیسے مل جاتے تھے ان کو۔ رات کو سوتے تھے صبح تکیہ کے نیچے سے پیسے مل جاتے تھے پڑے ہوئے۔ آپ ہمیں کوئی ایسی بات بتا دیں۔ ایسا وظیفہ، ایسا ذکر جس سے یہ چیز حاصل ہو جائے۔ میں نے اُسے لکھا کہ عالم ہو کر اتنا طمع کرنا۔ یہ آپ کی شان کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور یہ غیر کسب متوا۔ ف ہے۔ میں نے کہا یہ سب ناجائز ہے۔ جو آپ نے سوال کیا ہے مَیں اس چیز کو حرام سمجھتا ہوں۔ میں نے آج تک دنیا کے لیے وظیفہ پڑھا ہی نہیں۔"

"میرے محبُوب حضرت المکرمؒ کی خدمت کی آخری گھڑیاں"

چکڑالہ کے آخری اجتماع میں ۱۲ر جنوری ۱۹۸۴ء کو حضرت المکرمؒ کی خدمت میں، نمازِ ظہر کے وقت احباب کی معیت میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ حضرت جیؒ کے قریب پہلے ہی احباب بیٹھے تھے۔ مصافحہ و دست بوسی کے بعد ساتھیوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضرت جیؒ نے فرمایا۔ ملک احمد نواز اِدھر میرے قریب بیٹھو۔ اور خصوصی توجہ فرمائی۔ عجیب کیفیت تھی۔ رات کو اکابرین کی خصوصی حاضری کے بعد بندہ کو اپنے حجرہ مبارک میں طلب فرمایا اور فرمایا تمام جماعت میں سے بکھر بار کی جماعت بہت دلیر ہے۔ ان کے بغیر زمین پر قبضہ ناممکن تھا۔

اجتماع چکڑالہ کے خاتمہ پر کرنل بشیر صاحب حضرت المکرمؒ کو علاج کے لیے اسلام آباد لے گئے۔ ہومیو پیتھک دوائی کے REACTION کی وجہ سے منہ میں اور اندر کی طرف زبان پر چھالے نکل آئے تھے۔ لعاب جاری تھا۔ تکلیف زیادہ ہو گئی۔ بندہ کو دیر سے اطلاع ملی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مورخہ ۱۳ر جنوری ۱۹۸۴ء کو اسلام آباد عشاء کے بعد حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ بعد مصافحہ بیٹھ گیا۔ ایک ساتھی نے فرمایا کہ آپ کا کافی انتظار تھا۔ بعد نماز اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گیا۔ میرے محبوب شیخؒ کو کافی تکلیف تھی۔ لعاب مسلسل تھوڑی دیر کے بعد شروع ہو جاتا تھا۔ منہ میں درد رہتا۔ کوئی کھانے پینے کی چیز اندر نہیں جاتی تھی۔ منہ صاف کرنے والی دوائی کافی دیر منہ مبارک میں رکھتے۔ کلی نہیں کر سکتے تھے۔ میرے معظم بھائی ڈاکٹر عظمت اللہ بڑے خلوص سے علاج و خدمت میں مصروف تھے۔ میرے ہونے کے دوسرے روز ڈرپ لگائی گئی جس میں علاج سے متعلق ٹیکہ جات بھی ڈالے گئے تھے۔ اس سے حضرت المکرمؒ کو کافی افاقہ ہو گیا۔ تیسرے روز چھالے پھٹ جانے کی وجہ سے لعاب خون آلود آنا شروع ہوا۔ آہستہ آہستہ

خون کی مقدار بڑھتی گئی۔ حضرت جیؒ جوبات بھی فرماتے لکھ کر آگاہ فرماتے تھے۔ صاحب کشف احباب کو اکثر فرماتے کہ مشائخ عظام (رحمۃ اللہ اجمعین) سے درازی عمر اور صحت کے لیے دعا کے لیے عرض کرو۔ چوتھے دن پیشاب ٹسٹ کیا گیا۔ نتیجہ میں حالت کافی خطرناک ہوگئی۔ بلڈ ٹسٹ میں رپورٹ خطرناک تھی اور قلب پر بھی اثرات تھے۔ بریگیڈیر محمد اکرم نے کرنل ڈاکٹر ارشد سے H-۴۸ رابطہ قائم کرکے مشورہ کیا۔ رات گیارہ بجے فلائنگ سکاڈ پہنچ گیا۔ حضرت جیؒ کی ای۔سی۔جی کی گئی اور فلائنگ سکاڈ کے ذریعہ H-۴۸ راولپنڈی ۳۰۔۱۱ بجے پہنچایا گیا۔ بندہ سیاہ کار کو بھی ساتھ جانے کی سعادت نصیب تھی۔ U.C.C میں حضرت جیؒ کو داخل کیا گیا۔ وہاں چارپائی پر لیٹتے ہی حضرت جیؒ نے بندہ کو اشارہ کیا کہ تم یہیں ٹھہرنا۔ باہر بارش لگی ہوئی تھی اور کافی سردی تھی۔ رات ایک بجے تک خطرناک حالت بتائی گئی۔ ایک بجے کو تسلی دی گئی کہ حالت کنٹرول میں ہوگئی ہے۔ تمام رات U.C.C میں حضرت المکرمؒ کی خدمت میں گزاری۔ صبح آٹھ بجے بریگیڈیر محمد اکرم صاحب (اس وقت کرنل تھے) تشریف لائے۔ برادر معظم ڈاکٹر عظمت اللہ بھی آگئے۔ بندہ کرنل محمد اکرم صاحب کے ساتھ پریذیڈنٹ ہاؤس گیا۔ غسل و ناشتہ کیا۔ واپس اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گیا۔ دوسرے روز حالت کافی اچھی ہوگئی اور حضرتؒ کو C.C.U وارڈ میں ایک علیحدہ کمرہ میں منتقل کیا گیا۔ حالت بہت سُدھر گئی۔ بڑی خوشی کی بات یہ تھی کہ حضرت جیؒ نے تھوڑا تھوڑا بولنا شروع کیا۔ جمعرات کو حافظ عبیداللہ اور والدہ ماجدہ چکڑالہ سے بذریعہ سوزوکی وین تشریف لائے۔ بالکل مطمئن ہوکر واپس گھر لوٹے کہ الحمد للہ حضرت جیؒ کو صحتِ کاملہ مل گئی۔ حضرت کرنل صاحب ناظم اعلیٰ اور کافی ساتھی بھی تشریف لائے۔ میرے محبوب شیخ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہٗ بمعہ ملک خدا بخش صاحب اور راجہ محمد یوسف صاحب بھی خدمتِ عالیہ میں حاضرِ خدمت ہوئے۔ جمعہ کے بعد واپسی پر کافی دیر تک حضرت شیخ مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہٗ نے حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے بات چیت جاری رکھی۔ حضرت المکرم جناب ملک صاحب مدظلہٗ نے عرض کیا، کہ

اب گھریلو حالات کی طرف توجہ دی جانی چاہیئے۔ جناب والا کی مرضی کے مطابق ڈیرہ پر مکانات، مسجد وغیرہ کی تعمیر آپ کی زندگی مبارک میں ہوجانی چاہیئے۔ کبھی نے مشورہ دینا چاہا تو فرمایا یہ اب مشورہ کا وقت نہیں رہا۔ بس جو حضرت المکرمؒ فرمائیں اس پر فوری عمل ہونا چاہیئے۔ حضرت المکرمؒ نے مفصل گفتگو فرمائیں اور نصیحتیں فرمائیں۔ فرمایا۔ مکانات اور مسجد باہر ڈیرہ پر بنائیں گے اپنی قبر کی نشان دہی بھی کردی۔ یہاں پر ساتھیوں کو آنے میں بہت آسانی ہوگی۔ وندہ شریف اتریں گے۔ وہاں سے یہ چار قدم ڈیرہ پر پہنچ جائیں گے۔ حضرت المکرمؒ مدظلہٗ نے تائید فرمائی۔

عبدالعزیز سابقہ امیر کراچی کے متعلق بات چل نکلی۔ فرمایا کہ ان کو لکھا ہے کہ وہ ذکر میں شامل ہوسکتا ہے۔ باقی امارت وغیرہ نہیں ہے۔ فرمایا جو بُوٹا میں لگاتا ہوں، اس کو پانی دیا ہے کاٹا نہیں ہے، مگر جس کے متعلق میرے دل میں ایک دفعہ تکدر آگیا۔ وہ اپنے مقام سے گر جائے گا۔ پھر زندگی بھر اس مقام تک نہیں پہنچ سکے گا۔ حضرت المکرم مدظلہٗ نے عرض کی۔ کہ حضرت کوئی ساتھی جس کی شکایت کرے۔ اس کے بعد جس کی شکایت کی گئی ہے اس کو بھی موقع دیا جائے کہ اپنی صفائی بیان کرے۔

حضرت جیؒ نے ملک صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ بات واضح کردوں کہ آپ کے دل میں خیال ہے کہ حکومت بھی جماعت میں آئے گی۔ یہ محال ہے۔ اس خیال کو دل سے نکال دیں۔ یہ خاصا خلفائے راشدین کا تھا۔ ہم کو باطنی نعمت مل چکی ہے۔ حکومت نہیں ملے گی۔ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت المکرم مدظلہٗ نے بیماری کے متعلق عرض کیا۔ بندہ دو تین دنوں سے اس بیماری کے متعلق کافی غور کررہا ہے۔ بات جو سمجھ میں آئی ہے کہ ترقی منازل کی وجہ سے ہے۔ ان منازل اور قرب میں اُمتِ محمدیہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد کوئی آدمی نہیں پہنچ سکا۔ اس لیے آپ کی تکلیف اور بیماری مشائخ کی سمجھ سے بھی بلند ہے۔ یہ وہی سمجھ سکتا ہے جس کی رسائی ان منازل تک ہو۔ آپ کو خصوصی انعام عطا ہوا ہے صرف اس طرف خیال کرنے سے اب پسینہ نکل گیا ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ

تعالیٰ نے تائید فرمائی کافی دیر بعد حضرت المکرم مدظلہ نے واپسی کی اجازت طلب کی اور ساتھیوں سمیت واپس روانہ ہوئے۔ بندہ کو گھر سے آئے ہوئے دس دن ہو گئے تھے حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ بفضلہ صحت یاب ہو چکے تھے۔ اس لیے بروز ہفتہ واپس بٹ صاحب کے گھر اسلام آباد ۱-۷/۴ میں جاتا تھا۔ بندہ نے بھی واپسی گھر کے لیے اجازت طلب کی۔ فرمایا یہاں پر کام کون کرے گا۔ عرض کیا کہ نقمان اور نوید کو سمجھا کر جاؤں گا۔ وہ کل تک کام کریں گے۔ فرمایا اُن کو تمام سمجھا دینا اور یہ بھی سمجھا دینا کہ میری قضائے حاجت کے وقت پردہ سامنے کھڑا کر دے اور خود دروازے سے باہر نکل جائے۔

رات کو ۳۰-۹ تیار ہو کر حضرت جیؒ کی پائینتی کی طرف کھڑا ہوا تو فرمایا "کہ تیار ہو گئے ہو۔ دل تو نہیں چاہتا کہ تمہیں چھوڑوں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ ملازمت کا معاملہ ہے۔ انتہائی شفقت دیکھ کر رقت طاری ہو گئی۔ مصافحہ کے بعد حضرت ناظم اعلیٰ صاحب اور کرنل محمد اکرم صاحب کے ہمراہ پریذیڈنٹ ہاؤس گیا اور وہاں سے بریگیڈیر صاحب کا ڈرائیور جنرل موٹر سٹینڈ پر چھوڑ آیا۔ بندہ صبح پانچ بجے تک واپس گھر پہنچ گیا۔

دوبارہ بروز جمعرات کو حضرت جیؒ کی خدمتِ اقدس میں اسلام آباد حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ حضرت جی مکمل صحت یاب ہو چکے تھے۔

حضرت کرنل مطلوب حسین صاحب ناظم اعلیٰ بروز جمعہ رخصت لے کر لاہور چلے گئے۔ بندہ کو فرمایا کہ احمد نواز انشاء اللہ جمعرات کو واپس چکڑالہ حضرت جیؒ کو لے کر جائیں گے۔

جناب ڈاکٹر عظمت اللہ صاحب نے مجھے بقیہ دوائی کے متعلق تفصیل بتائی اور خود اجازت لے کر گوجرانوالہ چلے گئے۔ وہ مکمل مطمئن تھے کہ اب حضرت جیؒ بالکل صحت یاب ہیں۔ اگلے دن جمعہ کو حضرت جیؒ کی آخری دوائی خوراک مکمل ہو گئی اور آئندہ کمزوری دور کرنے کے لیے غذا کا استعمال تھا۔ اب حضرت جیؒ چائے کے ساتھ ایک خشک رس بھی لے لیتے تھے اور کھانے میں بغیر مصالحہ اور گھی کے اُبلی ہوئی سبزی کا استعمال بھی تھا جمعہ کو کافی احباب ملنے کے لیے آئے۔ ہفتہ کی صبح حضرت جیؒ کی صحت بہت بحال تھی حضرت جیؒ خوش تھے کہ بندہ دوبارہ خدمت کی ڈیوٹی پر پہنچ گیا۔ حضرت جیؒ نے صبح ناشتہ میں دو رس استعمال کیے۔ بندہ نہایت خوش تھا کہ حضرت جیؒ نے آج غذا زیادہ استعمال فرمائی۔ حضرت جیؒ کافی استغراقی کیفیت میں رہتے تھے۔ پیشاب بار بار آتا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ پیشاب کی رنگت سفید ہو گئی تھی اور کوئی بُو نہ تھی۔ پیشاب سے فراغت کے بعد دوبارہ مراقب ہو جاتے۔ دوپہر کو دو ساتھی صاحب کشف کچھ دیر حضرت جیؒ کے پاس ٹھہرے اور حضرت جیؒ نے اُن سے فرمایا کہ مشائخ سے میری درازیٔ عمر کی دعا کے لیے عرض کرو۔ حضرت جیؒ کو نہایت بلند درجہ کی تڑپ تھی کہ دین کی خدمت کا کام زیادہ سے زیادہ تکمیل کو پہنچے۔ تمام ساتھی اپنی ڈیوٹی یا کاروبار کے لیے صبح سے ہی اجازت لے کر چلے گئے تھے۔

بندہ حضرت جیؒ کے پاس آخری گھڑیوں میں تنہا تھا۔ اس چیز سے بے خبر کہ تھوڑے وقت کے بعد ہمیں یتیم ہونا ہو گا۔ گیارہ بجے دن کو حضرت جیؒ نے پلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے اور مراقبہ میں تھے کچھ دیر بعد حضرت جیؒ نے نظر شفقت اٹھائی۔ بندہ نے سر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جیؒ مسلسل نظر جما کر بندہ کو دیکھ رہے تھے۔ بندہ نے احترام سے اپنی نظریں نیچی کر لیں۔ دوبارہ کچھ لمحوں کے بعد دیکھا تو اسی طرح حضرت جیؒ کی نظر شفقت مجھ پر تھی پھر میں نے اپنی نظریں ادب سے جھکا لیں۔ تیسری دفعہ پھر اوپر دیکھا تو حضرت جیؒ کی نظر شفقت میری طرف تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت جیؒ نے اپنی آنکھیں بند فرما لیں اور مراقب ہو گئے۔ یہ مجھ پر اللہ کا بہت احسان ہے کہ آخری نظر شفقت وصول کرنے والا حضرت جیؒ کا ادنیٰ خادم بندہ سیاہ کار تھا۔ یہ قیمتی گھڑیاں میرا سرمایہ ہیں جو لوٹ کر کبھی دوبارہ نہیں آئیں گی۔

حضرت جیؒ کی استغراقی کیفیت بڑھتی گئی۔ کئی ساتھی ملاقات کے لیے آئے لیکن حضرت جیؒ کو مسلسل استغراق میں دیکھ کر واپس ہو گئے۔

ڈھائی بجے میجر احسن بیگ اور دیگر ساتھی آئے۔ بٹ صاحب بھی تشریف لائے۔ نبض دیکھی تو نبض BEAT کے بعد MISS کرتی تھی۔ فوری طور پر C.M.H اطلاع دی گئی اور فلائنگ سکواڈ پہنچ گیا۔ E.C.G کی گئی اور نبض چیک کی گئی۔ ڈاکٹر نے نہایت المناک خبر دی کہ حضرت جیؒ انتقال

فرما چکے ہیں۔ بندہ کو یقین نہ آتا تھا۔ عجیب حالت ہوگئی۔ ساتھی رو رہے تھے مگر میں مبہوت متعجب تھا کہ ساتھی کیا کر رہے ہیں۔ حضرت جیؒ ابھی زندہ ہیں۔

حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ بھی منارہ سے تشریف لائے۔ اُن کے آنے سے ساتھیوں میں کہرام مچ گیا۔ ان کی آمد سے پہلے بندہ نے ضبط کر رکھا تھا۔ حضرت جیؒ کے پلنگ کے پاس حضرت شیخ مدظلہٗ تشریف لائے۔ ملک خدا بخش صاحب بھی ساتھ تھے۔ چادر مبارک چہرۂ اقدس سے ہٹائی۔ زیارت کی اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ یہ وہ سعادت تھی جو صرف حضرت شیخ کو ہی نصیب ہوئی۔ جس طرح سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو نصیب ہوئی تھی۔ پھر حضرت جیؒ مدظلہ ہال میں کھڑے تھے اور ساتھی ملاقات کر رہے تھے۔ مگر حضرت جی مدظلہٗ کی سوالیہ نظر مجھ پر تھی جب حضرت سے ملاقات ہوئی تو میں بلک بلک کر رونے لگا۔ انہوں نے بہت حوصلہ دیا۔ کافی دیر بعد حضرت ناظم اعلیٰ صاحب تشریف لائے حضرت جیؒ کی زیارت کے بعد کچھ دیر کھڑے رہے۔ پھر میری طرف نظر پڑی تو مجھ سے لپٹ گئے۔ پھر تو ہم دونوں خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ ہماری آواز سن کر حضرت جی مدظلہٗ ہال سے اُٹھ کر گئے اور ہم دونوں کے کندھوں پر دست شفقت رکھ کر حوصلہ دیا۔ ہم نے آہستہ آہستہ اس طرح خاموشی اختیار کی جیسا کہ چھوٹے بچے شفقت و پیار سے دلاسہ دینے کے بعد خاموش ہوتے ہیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے غسل میں بھی شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت جی رحمۃ اللہ کی ہمراہی آخری سفر نصیب ہوا۔ اور کارواں واپس دارالعرفان پہنچا۔ حضرت جیؒ کو اپنے حجرہ مبارک میں لایا گیا۔ جہاں پر دل کی روشنی لوگوں کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس حجرہ میں جہاں خادم کے حضرت جیؒ کے ساتھ دن رات گزرتے تھے۔

نماز فجر کے بعد چکڑالہ کی طرف حضرت جیؒ کی ہمراہی میں روانہ ہوئے۔

اس کے بعد کے حالات حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ نے حیاۃ طیبہؒ میں بیان فرما دئے ہیں۔

یہ ایسا صدمہ تھا جو زندگی میں نہ پہلے پہنچا اور نہ ایسا بعد میں ہوگا۔ بارگاہ رب العزت سے ملتمس ہوں کہ برزخ اور حشر و جنت میں بھی حضرت جیؒ کا ساتھ نصیب کرے۔ آمین۔

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

کی اسلامی طرزِ نظام پر انقلابی تصنیف

اِسلام اور جمہوریّت ——— قیمت : ۵ روپے علاوہ ڈاک خرچ۔

اِسلامی نظام ——— قیمت : ۱۰ روپے علاوہ ڈاک خرچ

اویسیہ پبلشرز : اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

اویسیہ کتب خانہ : الوہاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار۔ لاہور

راہِ سلوک میں سفر

اللہ دتہ تمیمی

۱۹۷۴ء میں میں نیوی میں نیا نیا آیا تھا۔ وہاں بھی زیرِ تربیت اور ادھر بھی زیرِ تربیت۔ بہت سے احباب ذکر کی مجلس میں شامل ہوتے اور رخصت ہوتے رہے۔ آج جاننے والوں میں بہت کم دوست رہ گئے ہیں۔ جنہوں نے اس وقت ذکر شروع کیا تھا۔ بعد میں حضرت جیؒ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اور کئی بہت سے احباب علیحدہ ہو گئے اور مجھے اپنے شیخ کی پیشگوئی پوری ہوتی نظر آئی کہ میرے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بہت سے لوگ جماعت کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں گے۔

۱۹۷۵ء مارچ اپریل میں حضرت جی نے کراچی کا دورہ فرمایا تو آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ اس وقت زیادہ ساتھی نہیں تھے۔ ایک کوارٹر میں ہی سما جاتے تھے۔ اس لیے کبھی کبھی آپ کے پاؤں دبانے کا موقع مل جاتا تھا۔ میرا چھوٹا بھائی محمد اکرم مجھے ملنے کیلئے آیا تو میں نے اسے بھی یہاں ہی ٹھہرایا تھا۔ کراچی کی سیر کرانے کی بجائے میں نے اسے اہل اللہ کے ساتھ ذکر کرنے کے لطف سے آشنا کرایا تھا۔ اس موقع پر آپ کی کراچی کی جماعت پر خصوصی نظرِ شفقت تھی بہت سے احباب روحانی بیعت کی نعمت عظمٰی سے سرفراز ہوئے۔ ایک دن مراقبہ موتو قبل ان تموتو کرایا تو ساتھیوں کے دھاڑیں مار مار کر رونے کی آواز آتی رہی۔

۱۹۷۵ء کے سالانہ اجتماع منارہ میں حاضر ہونے کی توفیق بھی اللہ نے عطا فرمائی۔ منارہ جانے سے پہلے اپنے گھر گیا رات کو والد صاحب کے پاؤں دبا رہا تھا جب سو گئے تو میں نے کچھ تھوڑا وقت ذکر الٰہی کیا۔ اس وقت والد صاحب بیمار رہتے تھے۔ اور چارپائی پر ہی نماز پڑھتے تھے۔ وہ پہلے ایک سلسلے سے منسلک تھے اور تہجد کے پابند تھے۔ صبح کو تہجد کے لیے والد صاحب اٹھے میں بھی اٹھا تو فرمانے لگے کہ اتنے عرصہ سے ذکر کرتا ہوں لیکن رات کو جب تم ذکر کر رہے تھے تو میں نے محسوس کیا ہے کہ میرا قلب جاری ہو گیا ہے۔ دوسرے یا تیسرے دن کے بعد منارہ جانے کی توفیق ملی۔ ان دنوں بارشیں ہوتی تھیں۔ اور ساتھی کمروں کے اندر ہی بستر لگائے ہوئے تھے۔ ظہر کے بعد پہنچے۔ اور اپنے عظیم شیخ کی صحبت میں حاضر ہوتے۔ ساتھی چائے پی رہے تھے جن کے ساتھ مل کر چائے پی۔

چائے کے بعد عصر سے پہلے سکول کے کمروں میں ہی ذکرِ الٰہی ہوا اور اس وقت حضرت جی مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی سعادت ملتی رہی۔ مغرب کے بعد اور سحری کا ذکر آپ مسجد میں خود تشریف لا کر کرواتے جبکہ صبح نماز اشراق کے بعد اور ظہر کے بعد ذکر آپ کے نامزد خلیفہ کرواتے۔

جناب مختار صاحب نے دوسرے دن بلایا اور پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ تو میں نے بتایا کہ کراچی سے آیا ہوں تو فرمانے لگے کہ میں بھی کراچی میں رہ کر آیا ہوں۔ اور بڑی شفقت اور محبت سے پوچھتے رہے۔ ایک دفعہ آپ کے پاؤں دبا رہا تھا ادب کا بھی معلوم نہیں تھا آپ سے عرض کیا کہ میں ذکر کر رہا تھا تو والد صاحب کہنے لگے کہ میرا قلب جاری ہو گیا بیماری کی وجہ سے وہ حاضر نہیں ہو سکتے انہوں نے سلام عرض کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر آ جاتے تو ان کو بہت فائدہ ہوتا ان سے کہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کریں۔

مجھے صحیح ادب اور آدابِ شیخ سے پوری واقفیت بھی نہ تھی ایک دن آپ کے سرہانے کی طرف جہاں پرانے اکابرین ساتھی بیٹھتے تھے۔ وہاں بیٹھ گیا تو شفقت سے فرمایا کہ یہ جگہ پرانے ساتھیوں کی ہے نئے ساتھی اس طرف یعنی پاؤں کی طرف بیٹھیں تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

اسی اجتماع کے موقع پر آپ نے ایک دن قاضی صاحب کو اور باقی کئی دوسرے صاحب کشف ساتھیوں سے بلا کر پوچھا کہ دیکھو مشرقی پاکستان والا میجر زین العابدین کدھر ہے۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ وہ میجر جس نے کار بھرلائی تھی (کار کا ایکسیڈنٹ کیا تھا) آپ نے فرمایا کہ ہاں وہی ہے کسی ساتھی کو کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ تو قاضی صاحب کو فرمایا کہ میرے قلب کے انوارات کے ساتھ چلتے جاؤ۔ چنانچہ پھر قاضی صاحب نے بتایا کہ ابھی قید میں پھنسا ہوا ہے اور دعا کے لیے کہہ رہا ہے۔ آپ نے اور باقی ساتھیوں نے دعا کی اور فرمایا کہ جلد ہی اس کو اس مصیبت سے نجات ہو جائے گی۔

منارہ میں اجتماع میں پہلا موقع تھا اور چھٹی کے دن تھوڑے تھے۔ ایک عجیب قسم کا سکون تھا جو حاصل تھا۔ جس کی وجہ سے واپسی کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ مسجد میں پانی کی کافی کمی رہتی تھی۔ ایک دفعہ ٹینکر سے پانی منگوایا تو مجھے بھی چند گھڑے پانی بھر کر ڈالنے کا اتفاق ہوا۔

تین دن اس روحانی مجلس میں رہ کر واپس چلا آیا۔ ہر ذکر الٰہی کے بعد تھوڑا سا بیان ہوتا۔ اور مسائل بیان ہوتے۔ مفتی غلام حمدانی صاحب ایک بزرگ عالم ہیں انہوں نے کوئی مسئلہ بیان فرمایا ایک ساتھی نے حضرت جی کے پاس جا کر پوچھا کہ مفتی صاحب نے یہ مسئلہ اسطرح بیان فرمایا حالانکہ میرے خیال میں ایسا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ان کی عمر کافی ہے ان کا حافظہ بھی صحیح نہیں ہے مسئلہ ویسے ہی ہے جو آپ کا خیال ہے۔ کراچی میں جماعت کے ساتھ مل کر ذکر الٰہی کرتے اور اپنے عظیم شیخ کی عظیم روحانی قوت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

۱۹۷۶ء میں والد صاحب کا انتقال ہوا تو میں چھٹی آیا۔ اور چند دنوں کے بعد اپنے عظیم شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چکڑالہ جانے لگا تو سرگودھا میں اتر کر شکیل صاحب سے ملاقات کر کے چکڑالہ جانے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھیں۔ اس دن وہاں پر مفتی غلام حمدانی صاحب تشریف لائے ہوئے تھے بعد شام کو اجتماعی ذکر بھی تھا چنانچہ ان احباب سے مل کر شام کا ذکر بھی کیا۔ اور چند صاحب کشف حضرات سے والد صاحب کی روحانی حالت کا برزخ سے معلوم کرایا تو قدرے تسلی ہوئی اور دل کو سکون بھی ملا۔ صبح کا ذکر کرنے کے بعد چکڑالہ کے لیے میانوالہ کی بس پکڑی۔ اس وقت شہر کے اندر بازار کے ساتھ ہی بس کا اڈہ تھا۔ وہاں سے اتر کر تلہ گنگ جانے والی بس پر سوار ہوا۔ وہاں سے تھوڑی دیر میں چکڑالہ کی بس پر سوار ہو کر چکڑالہ کے اڈہ پر اترا اور ایک لڑکے سے حضرت جی کے گھر کے بارے میں پوچھا۔ وہ مجھے آپ کی مسجد میں چھوڑ گیا۔ وضو کر کے بیٹھا تھا کہ ایک نوجوان نے آکر بتایا کہ اور ساتھی بھی آئے ہوئے ہیں اور ساتھ کمرے میں بیٹھے ہیں۔ چنانچہ ان ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور پھر جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد میں پہنچے۔ غالباً حافظ عبید اللہ تقریر کر رہے تھے بعد میں آپ تشریف لائے۔ جمعہ آپ نے پڑھایا جمعہ کے بعد آپ تھوڑی دیر گاؤں کے لوگوں کے ساتھ گاؤں والوں کی زبان میں باتیں کرتے رہے۔

اس کے بعد آپ گھر کے لیے تشریف لانے کے لیے چل پڑے۔ ایک ساتھی نے آپ سے عرض کیا کہ کراچی سے یہ آیا ہے آپ نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ اور آج بھی آپ کے مبارک ہاتھوں کا دباؤ محسوس کرتا ہوں اپنی نااہلی کی وجہ سے گو کہ میں نے کوئی محنت نہیں کی ہے اور زیادہ فائدہ بھی حاصل نہ کر سکا۔ لیکن یہ بات حسین یادوں میں شامل ہے کہ آپ کے ساتھ مصافحہ کیا اور آپ کے گھر اس کمرے بیٹھک میں رات رہنے اور ذکر کرنے کا موقع ملا۔ جہاں پر شیخ کسی زمانے میں لطائف کیا کرتے تھے۔ سادا کچا سا کمرہ تھا۔ اس وقت دیوار پر چند شعر لکھے تھے۔

ایک خاص لذت اور لطف وہاں کے رہنے میں تھا۔ مجھ میں کم علمی اور ناسمجھی کی وجہ سے آداب شیخ میں بہت کوتاہیاں ہو جاتی تھیں۔ جسکی وجہ سے اکثر فائدے سے محروم رہ جاتا ہوں۔ وہاں پر ایک ساتھی آداب شیخ کے بارے میں سمجھاتے رہے۔ بعد میں یہ کمرہ بڑا کر دیا گیا اور اس کو پکا بنا دیا گیا۔ میں نے حضرت جی کے کمرے میں صبح ذکر کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ صبح کی نماز کے بعد چائے پی کر اعلیٰحضرت جی نے ہمیں رخصت کیا تھا۔

اس کے بعد کراچی کے احباب کے ساتھ ذکر جاری رہا لیکن حضرت جی کی خدمت میں حاضری کا موقع سال کے بعد ہی ملا۔

۱۹۷۷ء میں کچھ دنوں کے لیے بلوچستان کے علاقہ جیوانی میں رہنے کا موقع ملا۔ وہاں سے آپ کی خدمت میں صرف ایک بار اپنی کمزوریوں کے بارے میں خط لکھا۔ آپ کا شفقت نامہ بہت جلد ملا۔ اور وہاں علیحدہ رہ کر سستی کے باوجود ذکر الٰہی میں پابندی ہوتی رہی۔ آپ نے شفقت بھرے انداز میں نصیحت کی تھی اب بھی سستی آجاتی ہے تو خط پڑھ کر تازگی حاصل کر لیتا ہوں۔

کراچی دوبارہ آیا تو چھٹی کے لیے گھر گیا۔ حضرت جی اکابرین حضرات کو ساتھ لیکر عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ نہ جاتے ہوئے ملاقات ہو سکی نہ واپسی پر۔ البتہ جب آپ چکڑالہ پہنچ گئے تو فیصل آباد میں ایک ساتھی ہوتے تھے نثار صاحب ان سے معلوم ہوا کہ چند احباب اعلیٰحضرت جی کی خدمت میں حاضری کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ جن کا پروگرام پہلے چکوال جانے کا اور پھر وہاں سے آپ کی خدمت عالیہ میں حاضری دینے کا تھا۔ میں چکوال پہنچا تو باقی احباب بھی وہاں تھے۔ رات کا ذکر اور تہجد کا ذکر وہیں کیا اسی دوران میں حافظ

عبدالرزاق صاحب کی مسجد اور آپ کی وسیع لائبریری دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ بہت بڑی جگہ کتابوں سے بھری پڑی تھی۔ جو کہ آپ کے علم کی وسعت کا ثبوت پیش کر رہی تھیں۔ شاید یہ وجہ تھی کہ اعلیٰحضرت جی کی خصوصی نظر شفقت سے علمی نقطے بہت عجیب انداز میں حل فرما دیتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ علم تو میرے پاس تھا۔ میں کھیل میں مشغول رہ کر جماعت چھوڑ بیٹھا۔ لیکن جب سے آپ کی جوتیوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے پھر ایسا موقع کبھی نہیں آیا بلکہ قلم اور زبان سے وہ موتی جھڑتے تھے کہ فرماتے کہ حضرت جی کی توجہ کا اثر ہے کہ سوال کرنے والا اکثر مطمئن ہو کر جاتا ہے اور بڑے عجیب اور ٹیڑھے سوال کرنے والے آپ کے جوابات سے مطمئن ہو جاتے۔ اور ذکر الٰہی اور تصوف کا انکار کرنے والے آپ کے دلائل سے لطف اندوز ہو کر جاتے۔

احباب کے ساتھ حضرت جی کے گھر پر حاضر ہوتے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ عمرے کی تفصیلات ساتھیوں سے فرماتے رہے۔ غالباً اس موقع پر آپ کے خادم خاص احمد نواز صاحب اور شکیل صاحب اور چند دوسرے تھوڑے سے ساتھی تھے اور جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ پڑھنے جن مسجد میں پہنچے۔ آپ کے شاگرد قاری عاشق الٰہی نے جمعہ کی تقریر کی تھی اور آپ نے خطبہ پڑھا تھا۔ قاری صاحب نے ان دنوں بھٹو کے خلاف نظام مصطفیٰ کے حق میں تقریر کی تھی۔ جمعہ پڑھنے کے بعد اعلیٰ حضرت جی کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ قاری صاحب کو گرفتار کرنے کے لیے ایک تھانیدار اور مجسٹریٹ آئے۔ ان کے آنے سے پہلے قاری صاحب جا چکے تھے آپ نے ان کو بھی بٹھا کر چائے پیش کی تھانیدار نے اپنے ہاتھ پانی سے دھو کر آپ سے ہاتھ ملائے۔ بعد میں جب یہ واپس چلے گئے تو بھٹو کے بارے میں حضرت جی سے پوچھا کہ عمرے پر اس کے بارے میں کوئی دعا نہیں کی تھی۔ پورا تو یاد نہیں شاید آپ نے فرمایا کہ اسے رد کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عمرے کی ڈائری "اکرم" لکھ رہا ہے۔ اسی دن آپ سے یہ بھی سنا کہ لاہور میں چند احباب نے خط لکھا کہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب نے بھٹو کے خلاف تقریر کی تھی۔ آپ فرماتے لگے کہ میں نے تو ان کی طرف صرف یہ لکھا کہ ہماری جماعت سیاسی نہیں ہے اور زیادہ تر فوجی لوگ جماعت میں شامل ہیں اس لیے بھٹو کے خلاف سیاسی تقریر نہ کریں۔ لیکن چند دنوں کے بعد "اکرم" کا خط آیا کہ حضرت جی آپ کے خط کے بعد میرا فہم قرآن ختم ہو گیا ہے اور تقریر نہیں کر سکتا ہوں چنانچہ آپ فرماتے لگے میں نے دعا فرمائی اور پھر ویسے ہی معاملات اور فہم قرآن شروع ہو گیا۔ اس دن چند ساتھیوں نے آپ سے اپنے بعد کسی کو نامزد کرنے کے بارے میں پوچھا

تو فرمایا کہ "میرا خیال تھا کہ ابھی مجھ سے سفر نہیں ہو سکتا اور ہر جگہ نہیں جا سکتا ہوں اس لیے مختلف علاقوں میں مختلف جگہوں پر خلفاء نامزد کر دیتا ہوں تاکہ وہ اپنی اپنی جگہ پر کام کر چلائیں۔ میں نے جب اکرم سے بات کی تو اس نے کہا حضرت جی جو کچھ ہم کر رہے ہیں محض اللہ کی رضا کے لیے اور دین کی سربلندی کے لیے کر رہے ہیں۔ اور ایک مرکز کے تحت کام کرنے میں زیادہ فائدہ ہے چنانچہ مجھے اکرم کا مشورہ پسند آیا ہے۔" اور بہت سے ارشادات ہیں کچھ یاد رہ گئے ہیں وہ لکھ رہا ہوں کہ کہیں یہ بھی نہ بھول جائیں۔ ایک ساتھی نے پوچھا کہ حضرت لوگوں کو ذکر الٰہی کی دعوت دیتے ہیں۔ کچھ دن کرتے ہیں۔ اور پھر چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے جس کے مقدر میں یہ دولت لکھی ہو اس کو ملتی ہے۔ ایک بات یہ ارشاد فرمائی تھی کہ اللہ کریم نے مجھے دودھ کے ایک بڑے تالاب پر بانٹنے کے لیے مقرر کیا ہے جو جتنا برتن لیکر آتا ہے بھروا کر لے جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی پیشاب والا برتن لے آئے گا تو پہلے اس کو دھونا پڑے گا۔ اس کے بعد اس میں دودھ ڈالا جائے گا۔ ہفتہ کے دن تبع کی چائے پی کر اعلیٰحضرت جی سے اجازت لے کر واپس ہوئے۔ واپسی پر ایک ساتھی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے ظاہری بیعت کی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے تو اس کا پتہ بھی نہیں اور اس سے پہلے آپ اپنے ہاتھ پر بیعت نہیں لیا کرتے تھے اور اسی سال شروع کی تھی۔ چنانچہ اس بات کا دل سے میں افسوس رہا کہ بیعت نہیں کی۔

۱۹۷۸ء میں اعلیٰحضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی کا دورہ بھی فرمایا۔ میں سالانہ چھٹی پر گھر گیا تو معلوم ہوا کہ چکڑالہ میں ایک روزہ اجتماع ہے اللہ کریم نے حاضری کی توفیق دی۔ ظہر کے وقت سیدھا چکڑالہ پہنچا۔ آپ کمرے میں جو کہ پہلے سے بڑا اور پکا بن چکا تھا احباب کے درمیان بیٹھے تھے اور اپنے ارشادات عالیہ اور صحبت شیخ سے لوگوں کے سینے منور کر رہے تھے عصر کی نماز کے وقت اور بہت سے اکابرین بھی تشریف لائے۔ میں نے جو چیز نوٹ کی تھی وہ یہ تھی کہ اکثر آپ کے صاحب مجاز حضرات مسجد میں اپنے اردگرد احباب کے درمیان باتیں کر رہے تھے۔ جبکہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ آپ کی خدمت عالیہ میں بیٹھے آپ سے خیریت دریافت فرما رہے تھے۔ چکڑالہ جائیں تو وہاں مغرب کے بعد کھانا ہوتا ہے عشاء کے بعد ذکر ہوتا ہے۔ اس دن عشاء کے بعد حافظ غلام قادری صاحب نے ذکر کے بارے میں بیان کیا لیکن مجھے تو معلوم نہیں سفر کی تھکاوٹ تھی یا جسم کی کمزوری کہ نیند ہی آتی رہی بعد میں ذکر الٰہی کیا اور وہاں پر ہی مسجد میں سو گئے۔ صبح فجر کی نماز کے بعد صحبت شیخ کے ساتھ چائے اور پھر روانگی۔ مجھے پچھلے سال کا افسوس تھا اس لیے پرانے احباب سے عرض کیا کہ میں نے بیعت

نہیں کی ہے میری بیعت کرادی جاتی چنانچہ آپ کے دست اقدس پہ بیعت کرکے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی نسبت سے مستفیض ہوئے۔ واپسی پر "ظہیر الدین" کے ساتھ ویگن پر میانوالی تک آئے۔ اور وہاں سے گھر اور پھر کراچی۔ تحذیر المسلمین کتاب واپسی پر حضرت کرنل صاحب سے لی اور راستے میں پڑھتا گیا۔ اس سال منارہ میں سالانہ اجتماع کے لیے بھی چھٹی مل گئی۔ اور اجتماع کا آخری ہفتہ مل گیا۔ اس سال بھی اجتماع کے موقع پر آپ کے اس وقت کے خلیفہ مولوی سلیمان صاحب اور چند دوسرے ساتھیوں نے جماعت کو چھوڑ دیا۔ آپ کی طبیعت اس دفعہ کافی خراب رہی تھی۔ اس لیے زیادہ تر ذکر حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی، حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب کراتے۔ روحانی بیعت کے لیے بعض احباب جن میں بندہ بھی شامل تھا پیش کیا گیا لیکن اس سعادت کے لیے ابھی کچھ دن باقی تھے۔ اس لیے کسی کی روحانی بیعت نہیں ہوئی لیکن ایک دن حضرت مولانا محمد اکرم صاحب نے سب کو بلا کر سالک المجذوبی کرائی تو اس کا بڑا لطف آیا تھا۔ وہ کیفیت الفاظ میں بہت کم بنتی ہے۔ اجتماع کے دوران مسجد کا پانی بھرنے اور لکڑیاں کاٹ کر لانے کی بھی سعادت ملتی رہی۔ عصر کے بعد حضرت حافظ صاحب کا بیان اور فجر کے بعد حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کا درس قرآن ایمان کی تازگی کا سبب بنتا تھا۔

اجتماع کے آخر پر آپ نے سب کو بھائی بھائی بن کر رہنے، ذکر الٰہی کی پابندی کرنے اور اس کی دعوت کو پھیلانے کی تاکید فرمائی اور المرشد کو خریدنے کے لیے اور پڑھنے کے لیے سب کو نصیحت کی۔

اجتماع کے بعد ہی غالباً کراچی میں آپ کا دورہ تھا۔ اس دفعہ بڑے کوارٹر میں قیام تھا۔ اور ساتھیوں کی تعداد بھی بہت بڑھ چکی تھی۔ تین کمروں کے کوارٹر برآمدے اور صحن میں لوگ پورے نہیں آتے تھے۔ آپ کی خدمت میں بیٹھنے کا بہت کم وقت ملتا تھا۔ ذکر الٰہی کے وقت پہنچ جاتے اور صبح کا ذکر کرکے واپس ڈیوٹی پر چلے جاتے۔ یہاں پر بھی چند ساتھیوں کے ہمراہ روحانی بیعت کے لیے پیشی ہوئی تو اس دفعہ بھی اس نعمت سے محروم رہ گئے آپ نے سب ساتھیوں کو مراقبہ فنافی الرسول کرایا جس میں مسجد نبوی کے مراقبہ میں آدمی کے جسم کے ذرے ذرے سے درود شریف پڑھنا محسوس ہوتا ہے پھر جسم ختم ہوتا ہے۔ درود شریف رہ جاتا ہے پھر درود شریف ختم ہوتا ہے صرف انوارات رہ جاتے ہیں۔

۱۹۷۹ء میں حضرت مولانا محمد اکرم صاحب اور حضرت کرنل صاحب نے مل کر کراچی کا دورہ کیا اس وقت میں سب میرین پر ڈیوٹی کر رہا تھا میں نے پانچ دن کی چھٹی مانگی تو مجھے سمندر میں بھیج دیا گیا اور میں بے اختیار رو پڑا اور خوب رویا۔ شاید اللہ کریم کو میرا رونا پسند آیا کہ چند سال بعد نیوی چھوڑ دی۔ اور راولپنڈی ڈیفنس میں ملازمت کرنے لگا۔ یہاں جب حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی جو کہ اب ہمارے سلسلہ کے شیخ ہیں فروری ۸۷ء میں تشریف لائے تو بلا وغیرہ میں پانچ دن کی چھٹی بھی مل اور آپ کی خدمت عالیہ میں بیٹھنے کا موقع بھی ملا۔ اور آپ کی نظر شفقت سے مستفیض اب تک ہو رہے ہیں۔ اللہ کریم آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ کراچی سے واپسی کے دن بہرحال آپ سے ائیرپورٹ پر آپ سے آخری ملاقات کا موقع مل گیا تھا اور اس کے ساتھ چھٹی بھی ملی۔ چھٹی کے موقع پر معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت جی کا دورہ لاہور میں ہے چنانچہ کراچی سے سیدھا لاہور پہنچا رات قبرستان والی مسجد میں پہنچا کہ اس کا ایڈریس میرے پاس تھا۔ صبح سحری کے معمول پر مولانا فضل الرحمن صاحب مسجد سے لیکر آپ کی قیام گاہ پر لاتے جہاں آپ کی معیت میں ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی۔ صبح کو مولانا فضل الرحمن صاحب نے آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کرکے کہا کہ کراچی سے آیا ہے۔ چنیوٹ کا رہنے والا ہے آپ نے بڑی شفقت فرمائی۔ لاہور کے دورے کے موقع پر آپ سے مولانا فضل الرحمن نے عرض کیا کہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کی تقریر میں ایک خاص اثر ہے آپ نے فرمایا کہ اکرم بہت ذہین ہے کاش کہ یہ کسی مدرسے میں علم حاصل کرتا تو بڑے پائے کا عالم دین ہوتا لیکن میں نے تو اسے چند کتابیں آپ نے گن کر بتائی تھیں کہ یہ پڑھائی ہیں اور میں صبح کو سبق دیتا وہ شام کو پوری کتاب کا خلاصہ مجھے سنا دیتا۔

اس کے بعد آپ کا دورہ سیالکوٹ کا تھا۔ اللہ کریم نے آپ کے ساتھ وہاں بھی دو دن ذکر الٰہی کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے ساتھ کچھ وقت آپ کے پاؤں دبانے کا بھی مل گیا۔ بہت سے نئے ساتھی آپ سے علمی سوالات پوچھتے رہتے تھے۔ سیالکوٹ سے آپ راولپنڈی کے لیے تشریف لے گئے اور بندہ اپنے گھر واپس آیا جہاں پر اس دفعہ حضرت کے ساتھ رہنے کا خاطر خواہ اثر ہوا اور اپنے علاقے میں چند دوستوں نے مل کر ذکر الٰہی کرنا شروع کر دیا۔ سالانہ چھٹی کاٹ کر واپس ڈیوٹی پر آیا تو منارہ کا اجتماع نزدیک تھا بظاہر جانے کے کوئی اسباب نظر نہ آ رہے تھے۔ بڑی کشمکش و پیچ میں تھا کہ اللہ کریم نے غیب سے سبب بنایا۔ اور میرا تبادلہ کراچی سے اسلام آباد ہوا اور درمیان میں دس دن کی ٹرانزٹ چھٹی مل گئی۔ کراچی سے سامان لے کر گھر چھوڑا اور ضروری سامان لے کر جو کہ اسلام آباد کے لیے خریدا تھا منارہ میں حاصل ہو گیا اس دفعہ دار العرفان کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اس کی بنیادیں کھودی گئیں اور پودے لگائے گئے سحری کا معمول اور مغرب کا معمول

منارہ میں کرتے اور باقی وقت دارالعرفان کی تعمیر کے لیے تھا۔ اس دفعہ روحانی بیعت ہو رہی تھی۔ بعض احباب کی روحانی بیعت ہو گئی۔ اور بعض امیدوار تھے جن کی تربیت ہو رہی تھی۔ جو مزید امیدوار تھے ان کا روحانی ٹیسٹ ہو رہا تھا۔ یہ ٹیسٹ پہلی دفعہ شروع ہوا تھا۔ اور اس سے پہلے اکثر جس کو پیش کیا جاتا روحانی بیعت کروا دی جاتی تھی۔ اس دفعہ بھی روحانی بیعت نہ ہو سکی جس کا افسوس بھی ہوا۔ اور اپنی کمزوریوں پر نگاہ کی تو اپنے آپ کو اس قابل ہی نہ پایا۔ لیکن بہرحال اجتماع کے فوائد اور صحبت شیخ سے خوب فیض یاب ہوتے رہے۔

۱۹۸۰ء کے سالانہ اجتماع پر حاضر ہوا اس دفعہ پروگرام اگست منارہ سکول میں شروع ہوا۔ اور یکم ستمبر سے پہلے دارالعرفان منتقل ہونا تھا۔ پروگرام کے شروع میں حاضر ہونے کا موقع ملا اور دارالعرفان کی تعمیر میں کام کرنے کا خوب موقع ملا۔ ایک ہفتہ کے بعد روحانی بیعت کے لیے پیش ہوا۔ اور اللہ کریم کے محض فضل وکرم اور مہربانی سے اپنے عظیم شیخ کی نظر شفقت سے اس نعمت عظمٰی سے فیضیاب ہوا۔ اللہ کریم اس عظیم دولت کی حفاظت کرنے اور قبر میں ساتھ لے جانے کی توفیق دے آمین۔ چھٹی کے بعد اسلام آباد آ گیا لیکن ہر جمعرات مغرب کے ذکر پر دارالعرفان میں حاضری نصیب ہوتی۔ اور جمعہ کے عشاء کی نماز کے بعد واپسی۔ اس طرح اس پروگرام سے حصہ ملتا رہا۔ پروگرام کے آخر پر لنگر مخدوم کا پروگرام بھی تھا۔ چنانچہ اس دفعہ لنگر کے پروگرام پر پہلی دفعہ حاضر ہوا۔ جہاں سے ہمارے عظیم شیخ کے سفر کا آغاز ہوا تھا۔ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی نے اس موقع پر ذکر الٰہی کی اہمیت اور ولایت خاصہ اور ولایت عامہ پر تقریر فرمائی تھی۔

اسلام آباد میں قیام کے دوران متعدد بار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا راولپنڈی آنے کا اتفاق ہوا۔ دو بار آپ کی خدمت میں خالد صاحب کے مکان پر حاضر ہوئے۔ ایک دفعہ حافظ غلام قادری صاحب کے بنگلہ پر اجتماع ہوا۔ اور ایک یا دو دفعہ زاہد صاحب کے مکان پر اجتماع ہوا۔ لیکن یہ جگہ ساتھیوں کے لیے بہت ناکافی ہو گئی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد فضل کریم بٹ صاحب کے مکان پر اسلام آباد میں یہ پروگرام منتقل ہو گیا۔

یہاں سے ہر ماہ کی دوسری جمعرات کو کچھ احباب آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کے لیے چکڑالہ جاتے تھے جن کے ساتھ چکڑالہ جانے کی بھی سعادت ملتی رہی۔

۱۹۸۱ء رمضان شریف کے شروع میں اسلام آباد سے کراچی میں تبادلہ ہو گیا۔ وہاں سے چھٹی لے کر منارہ کے اجتماع میں حاضر ہونے کا موقع اللہ نے نصیب فرمایا۔ زیادہ تر وقت دارالعرفان کی تعمیر میں ہی گزرتا تھا۔ اعلیٰ حضرت جیؒ اپنے کمرے میں تشریف فرما ہوتے اور تمام جوان ساتھی کام میں مشغول ہوتے۔ آپ کرنل صاحب کے کام سے بہت خوش تھے اور فرماتے تھے کہ مشائخ برزخ نے ان کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا ہے اور جماعت کا کام رات گئے تک کرتے رہتے ہیں۔ کبھی فرماتے کہ کرنل صاحب کا کہا مانا کریں۔ ان کا حکم میرا حکم ہے۔ کبھی فرماتے کہ یہ جن سے کام کو کھینچا جا رہا ہے۔ آپ فرماتے کہ میرے بعد جماعت کا کام اکرم صاحب اور کرنل صاحب چلائیں گے۔

لنگر مخدوم کے پروگرام سے پہلے آپ کا بھیرہ کا پروگرام تھا۔ جس میں حاضری کے لیے ایک رات پہلے پہنچ گیا۔ صبح کو حضرت جی اور اکابرین حضرات بھی پہنچے تھے۔ میرے ساتھ اس دفعہ بھی ایک ساتھی تھے جو لنگر مخدوم کے پروگرام تک ساتھ رہے۔ لنگر مخدوم میں ان کے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت جی کی زیارت بھی کی اور اس قدر متاثر ہوا کہ اگلے سال بھیرہ اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر بیعت سے مستفیض ہوا۔

اس سال کے لنگر مخدوم کے پروگرام پر بھی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور اس پروگرام کے موقع پر اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہ کیسے یہاں پہنچے اور کیسے معراج عالیہ کو حاصل کیا کو بیان کیا گیا۔

۱۹۸۲ء میں اعتکاف کی سعادت دارالعرفان میں بیٹھنے کی نصیب ہوئی۔ اس دفعہ پہلی بار احساس ہوا کہ آپ کے ارشادات عالیہ کو لکھا جائے۔ کیونکہ اکثر باتیں بھول جاتی ہیں۔ چنانچہ اعتکاف کے دنوں میں حضرت جی کے ارشادات کو میں نے اپنے پاس ایک روزنامچے کی صورت میں قلمبند کیا ہوا تھا۔ اعتکاف میں بڑی رونق رہتی تھی۔ سحری کھانا، نوافل پڑھنا، ذکر کرنا اور فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کا درس قرآن۔ اشراق کے وقت پھر ذکر اور اس کے ساتھ مسائل نماز اور جنازہ کی دعائیں۔ ایمان مفصل اور مجمل کو یاد کرنا اور ایک دوسرے کو سنانا ہوتا تھا۔ ظہر کے بعد پھر ذکر، تلاوت، اجتماعی مسائل، عصر کے بعد صحبت شیخ، افطاری، مغرب کے بعد کھانا اور ذکر پھر تراویح اور اس کے ساتھ دارالعرفان میں پہلے اعتکاف کی نسبت سے کرنل صاحب نے قرآن شریف نوافل میں سنانے کا بندوبست یہ کیا کہ نماز تہجد جماعت کے ساتھ اور چاشت جماعت کے ساتھ ادا کر کے ان میں قرآن پاک کو سنایا جائے چنانچہ اس کے ساتھ ختم قرآن کی سعادت بھی نصیب ہو گئی۔ حافظ غلام جیلانی صاحب نے قرآن سنایا۔ اور معلوم بھی نہ ہوا کہ رمضان شریف کا آخری عشرہ ختم ہو گیا۔ اور عید کے چاند کی خبر آنے سے پہلے صبح کی نماز کے بعد اعلیٰ حضرت جی اپنے گھر چکڑالہ روانہ ہوئے اور شام

کو عید کے چاند کی خبر آنے کے بعد یہ روحانی اجتماع اختتام پذیر ہوا اور احباب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

ہم بھی فیصل آباد کی بس پر بیٹھ کر پل ڈنگرو آکر سحری کے وقت اترے وہاں سے تین میل کا فاصلہ پیدل چل کر راستے میں فجر کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے کے ساتھ گھر پہنچ گئے اور عید کی نماز گھر پر ادا کی۔

چھٹی ختم ہونے سے پہلے دارالعرفان کا اجتماع شروع ہو چکا تھا چنانچہ چند دن کے لیے اجتماع میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۹۸۲ء میں آپ کراچی تشریف لائے ترنیوی کے ایک کوارٹر میں قیام پذیر ہوئے۔ اس دفعہ آپ کے ساتھ اکابرین حضرات بھی موجود تھے اور کراچی کی مختلف مسجدوں میں حضرت مولانا محمد اکرم صاحب نے بیان فرمایا۔ والہانہ انداز میں احباب اجتماع میں شریک ہوتے تھے۔

۱۹۸۳ء میں میرا نیوی سے میڈیکل بورڈ بھی ہوا اور شادی بھی ہوئی۔ شادی کے موقع پر مولانا نذیر احمد مخدوم نے بیان بھی فرمایا۔ اور نکاح بھی پڑھا یہ بھی محض اللہ کا احسان تھا کہ برادری کی رسومات کو یکسر ختم کر کے سنت طریقے پر نکاح کرنے کی توفیق اللہ کریم نے عطا فرمائی۔ اعتکاف بھی دارالعرفان میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس دفعہ ختم قرآن کا پروگرام نہیں تھا۔ باقی سب پروگرام ویسے ہی تھے۔

اب چونکہ تمام گھر والے والدہ صاحبہ اور اہلیہ کراچی میں تھیں اسلیے واپس جانا تھا۔ عید کا چاند نظر آنے کے بعد اسلام آباد کے ساتھیوں کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ ساتھ عید گذاری اور رات کو خیبر میل پر چڑھ کر کراچی آیا۔ چند دن کراچی رہنے کے بعد واپس چنیوٹ آنا تھا۔ چنانچہ چنیوٹ آ گئے۔ دارالعرفان کا اجتماع ختم ہونے والا تھا۔ اللہ کریم نے آخری دنوں میں حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اعلیحضرت جیؒ کے ارشادات اور صحبت فیض سے مستفیض ہونے کا موقع ملا خوش قسمتی سے بعد میں ایک ہفتہ کے لیے چکڑالہ میں اعلیٰ حضرت جیؒ کے پاس زمینوں پر رہنے کا موقع بھی مل گیا۔

اس سال کے لنگر مخدوم کے پروگرام پر حاضری کا موقع ملا۔ اس دفعہ یہ پروگرام بہت زیادہ تھا۔ بہت زیادہ مخلوق خدا اس دفعہ خدا سے آشنائی حاصل کرتے اس اجتماع پر حاضر تھی۔ اسی اجتماع پر آپ نے اپنے خلفاء کا اعلان فرمایا تھا۔ جن میں سے روحانی بیعت کرانے کی اجازت صرف حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی کو تھی۔ بہت سے ساتھی اس سے نمناک اور پریشان ہو گئے تھے۔ لنگر مخدوم کے پروگرام کے بعد کوٹ میانہ کے پروگرام اور بکھر کے پروگرام میں حاضری کی توفیق ملتی رہی۔

لنگر مخدوم کے پروگرام کے بعد جلد ہی حضرت جیؒ کا کراچی کا پروگرام تھا۔ بندہ وہاں پر ایک انٹرویو کے لیے گیا تھا۔ اور کراچی سے ہی ایک انٹرویو کے ذریعے PAEC میں پرنسپل ٹیکنیشن سیلیکٹ ہوا۔ اور اس کا انتظار تھا کہ کب وہاں سے appointment Letter آئے۔ آپ کے دورے پر ائرپورٹ پر ہی حاضر خدمت ہوا۔ اور دورے کی برکات سے مستفیض ہوئے۔ اس دفعہ آپ کرنل محبوب صاحب کے بنگلہ پر ٹھہرے تھے کیونکہ کوارٹروں میں جگہ کم پڑ گئی تھی۔ آپ کے آنے سے پہلے بڑے والہانہ انداز میں سب ساتھیوں نے بنگلہ کی صفائی وغیرہ کر کے صحن میں ٹینٹ لگائے اور آپ کے کمرے کو تیار کیا گیا۔

اس دفعہ کراچی والوں پر خصوصی نظر شفقت تھی۔ بہت سے علماء اور نئے لوگ آپ کی خدمت میں آکر حاضر ہوتے اور آپ سے مختلف قسم کے سوالات کر کے اپنی علمی الجھنیں دور کرتے تھے۔ ایک دن شاہ بلیغ الدین صاحب آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ میں نے آپ کی شیعہ کی رد میں لکھی گئی کتب سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ دورے کے دوران میں معلوم ہوا کہ گھر سے ٹیلیفون آیا ہے کہ مجھے وہاں سروس کے سلسلے میں بلایا ہے۔ میں نے اعلیحضرت جی کے پروگراموں کو نوٹ کیا اور اجازت لے کر چنیوٹ آیا تو معلوم ہوا کہ فیصل آباد میں سی آئی اے کے ڈی ایس پی نے بلایا ہے۔ اس کو سیکورٹی کلیرنس کے سلسلے میں نیوی کی سروس کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔ جو میں نے ایک دن میں بتا دی تھیں۔ اس کے دوسرے دن حضرت جی نے لاہور جانا تھا چنانچہ مجھے بھی اللہ نے توفیق دی اور میں بھی لاہور پہنچ گیا۔ اس دفعہ آپ کا قیام ایک نئی تعمیر ہونے والی کوٹھی میں تھا۔ جس کے ساتھ ایک بڑے سے صحن میں ٹینٹ لگائے ہوئے تھے۔ اور احباب کی حاضری بھی بہت زیادہ تھی اور مختلف جگہوں پر حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی کی تقاریر بھی تھیں۔

آپ کی مجلس کی باتیں بڑی سبق آموز اور قلبی تسکین کا باعث ہوتی تھیں۔ کاش کہ میں ان کو یاد رکھتا۔ آج افسوس سے اکثر بھول چکا ہوں الفاظ بھول چکے ہیں۔ کیفیات باقی ہیں۔ اللہ کریم ان کی حفاظت فرمائے اور اعلیحضرت جی کی جوتیوں کی طفیل اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دی ہے اس کی حفاظت کرنے اور آخرت میں ساتھ لے جانے کی توفیق دے۔ آمین۔

اور یہ غالباً میرے لیے اعلیٰ حضرت جی کا آخری اجتماع تھا جس میں آپ کی زبان مبارک سے ارشادات سنے تھے۔ کاش اگر معلوم ہوتا تو پہلے کی طرح کچھ لکھ لیتا۔ لیکن یہ بھی نہ کر سکا۔ بعض احباب کے پاس شاید کیسٹ ہوں گی وہ ان سے لطف اندوز ہوتے ہوں گے۔

لاہور شاہ کوٹ موگی غلام سے ایک دوست اور اس کا باپ

آئے ہوئے تھے۔ واپسی پر انہوں نے مجبور کیا کہ ان کے پاس کچھ دن ٹھہریں۔ چنانچہ وہاں تین دن رہا۔ اور چند نئے آدمیوں کو ذکر الٰہی کی دعوت دی۔

۱۹۸۴ء اس کے بعد جلد ہی مجھے پنڈی کے مضافات میں ملازمت کے لیے بلایا گیا۔ غالباً یہ دسمبر کا مہینہ تھا۔ اور جنوری کے ماہانہ اجتماع پر جانے کے ارادے کے باوجود نہ جا سکا۔

ہفتہ وار اجتماع پر بدھ کے دن پنڈی گئے تو وہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت جی کی طبیعت کافی خراب ہے اور ان کو لینے کے لیے چند پرانے ساتھی چکڑالہ جائیں گے۔

چنانچہ غالباً ۲۶ جنوری کو آپ کو چکڑالہ سے اسلام آباد بٹ صاحب کے مکان پر لایا گیا اور علاج شروع کر دیا گیا۔ ۲۷ جنوری کو راولپنڈی سے زاہد صاحب سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت جی کی صحت کافی خراب ہے بول نہیں سکتے ہیں آرام کے لیے عام ساتھیوں کے ملنے پر پابندی ہے۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ اگلے بدھ کے اجتماع پر معلوم ہوا کہ ملنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اور ہر روز مغرب کا ذکر بٹ صاحب کے مکان پر ہوا کرے گا۔ چنانچہ ۲ فروری سے بٹ صاحب کے مکان پر حاضری کی توفیق ملی۔ آپ کی صحت کافی خراب ہو چکی تھی۔ جسم میں کافی کمزوری تھی۔ زبان سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ کاغذ پر لکھ کر بات سمجھاتے تھے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب آئے تو آپ اپنی طاقت سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور ڈاکٹر نے کہا کہ کچھ کھایا پیا کریں۔ تو آپ نے کاغذ پر لکھا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ کھاؤں یا پیئوں لیکن گلے سے آگے نہیں جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کی طاقت سے بہت متاثر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میں حیران ہوں کہ اتنے دنوں سے کچھ نہ کھانے پینے کے باوجود آپ کے اندر اتنی طاقت ہے۔ جب زیادہ طبیعت خراب ہوئی تو آپ کو ملٹری ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ وہاں پر کچھ دن رہنے کے بعد آپ بات چیت بھی کرنے لگ گئے تھے۔ لیکن علاج ہو رہا تھا۔ اور آپ اپنے مخصوص کمرے میں بٹ صاحب کی کوٹھی پر موجود تھے۔ اکثر راولپنڈی اور اسلام آباد کے احباب عصر کے بعد بٹ صاحب کے مکان پر پہنچ جاتے تھے اور چارپائی کے ارد گرد بیٹھ جاتے۔ توجہ الی اللہ کے ساتھ اللہ کریم سے اپنے استاد مکرم کی صحت کے لیے دعاؤں میں مشغول ہوتے۔ پاکستان کے باقی حصوں سے احباب آپ کے پاس اکثر جمع ہی رہتے۔ مجھے بھی یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے دی کہ اپنے مشفق و مہربان استاد مکرم شیخ معظم کی حیات کے آخری دنوں میں مغرب کا ذکر اکثر آپ کی موجودگی میں بٹ صاحب کے مکان پر ہی کرتا۔ اور ان دنوں اکثر چھٹی کے بعد سیدھا بٹ صاحب کے مکان پر حاضری ہوتی تھی۔ اور عشاء کے بعد ہماری واپسی کیمپ جاتی تو اس کے ساتھ واپس چلا جاتا تھا۔

۱۷ فروری ۱۹۸۴ء کو ایک نئے ساتھی نے میرے ساتھ آنے کا وعدہ کیا تو اس کو ساتھ لانے کی وجہ سے قدرے دیر ہوئی اور مغرب سے تھوڑی دیر پہلے پہنچے۔ سورج کے غروب ہونے کے ساتھ آفتاب ولایت بھی اس دنیا سے پردہ پوشی فرما رہا تھا۔ یہ ایک ایسا صدمہ تھا جس نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد اوابین کے نفل پڑھ چکے تو آپ کی روح مبارک جسم خاکی کو چھوڑ کر پرواز کر چکی تھی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جماعت میں مجھ جیسا بیوقوف، نالائق، نا اہل، نکما اور سست بدکار اور بے کار ساتھی کوئی بھی نہیں نظر آتا تھا۔ اور دل میں یہ خواہش ہی نہ تھی بلکہ اکثر دعا کرتا کہ اللہ کریم آپ کی زندگی میں موت دے تو شاید آپ کی توجہ اور نظر شفقت سے برزخ میں کچھ خلاصی ہو جائے۔ آج جب اپنی آنکھوں کے سامنے آپ کو جدا ہوتے دیکھ لیا تو حواس باختہ ہو گئے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ یہ ایک ایسا غم ہے جس پر جتنا رویا جائے کم تھا۔ یہ ایک ایسا زخم جو کبھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسی جدائی تھی جس کو برداشت کرنا بہت بھاری تھا۔

اللہ کریم اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ کے درجات عالیہ کو بلند فرمائے اور آپ نے جو ہم سب پر دن رات محنت کر کے ہر کسی کے اپنے اپنے ظرف کے مطابق عظمت باری تعالیٰ سے اور معرفت الی اللہ سے آشنائی عطا فرمائی ہے۔ اللہ رب العزت آپ کو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو آپ کے ساتھ محبت عقیدت ادب اور اطاعت کے ساتھ تعلق قائم رکھنے اور آپ کے لگائے ہوئے ذکر الٰہی کے مشن کو قائم رکھنے اور پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرنے میں اپنی تمام صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

آپ کے پردہ فرمانے پر آپ کے خلیفہ اول اور اکابرین حضرات اور پاکستان کے تمام علاقوں میں احباب کو یہ افسوسناک خبر پہنچا دی گئی چونکہ آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق چکڑالہ لے جا کر دفن کرنا تھا۔ اس لیے دوسرے دن عصر کے بعد جنازے کا وقت بتایا گیا تھا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ احباب اپنے شفیق استاد مکرم اور عظیم شیخ معظم کے جنازے میں شرکت کر سکیں۔

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی کو ٹیلیفون پر اطلاع ملی اور آپ وہاں سے چلے۔ اور آپ کے آنے تک جملہ احباب آپ کے آنے کا انتظار کرتے رہے۔ آپ کے پہنچنے کے بعد باقی تمام پروگرام

ترتیب دیئے گئے۔ آپ جب کمرے میں تشریف لائے تو ہم سب رو رو کر آپ سے لپٹ گئے۔ اپنے عظیم شیخ کی جدائی پر آپ کے خلیفہ اوّل کے پہنچنے پر آنکھوں سے آنسو رکنے کا نام بھی نہ لیتے تھے آپ نے اندر جا کر اپنے اس عظیم استاد کی پیشانی کو بوسہ دیا جس نے اسے "محمد اکرم" سے صوفی کامل حال مزاج فاروقی مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا تھا۔

اس وقت ۱۹۸۳ء کے لنگر مخدوم کے اجتماع پر درس قرآن میں حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کے الفاظ یاد آئے کہ جو سورج سے روشنی حاصل نہیں کر سکا ہے وہ چاند سے روشنی حاصل کرنے کی توقع نہ رکھے۔ اس لیے جو بھی وقت مل سکتا ہے اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کریں اور اس کی حفاظت کریں۔

اس کے بعد آپ کی موجودگی میں ہمارے عظیم شیخ کو غسل دیا گیا۔ اور پروگرام کے مطابق اسلام آباد سے دارالعرفان، دارالعرفان سے چکڑالہ اور پھر چکڑالہ سے مرشد آباد لایا گیا۔

باقی احباب کا چکڑالہ پہنچنے کا اپنا اپنا پروگرام تھا۔ رات کو ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔ اس بارش میں صبح کی نماز کے بعد راولپنڈی سے میانوالی کی بس پکڑی جس نے ظہر کے بعد حافظ جی پہنچایا۔ وہاں سے ویگن پر چڑھ کر چکڑالہ اڈے پر اور وہاں سے گھر آئے جس میں ہمارے عظیم شیخ کی زندگی کے ۸۰ سال گزرے تھے۔

اس گھر کی رونق اور چمک دمک اس ہستی کے دم سے تھی گھر کے ساتھ چکڑالہ کی زمین بھی ساتھیوں کے وجود سے بھر گئی تھی۔ عصر کی نماز سے دو گھنٹہ یا تین گھنٹہ پہلے جنازہ اٹھایا گیا تقریباً عصر کے وقت تاخیر سے مرشد آباد پہنچے۔ راستے میں چند مرتبہ اپنے عظیم روحانی باپ کی چارپائی کو کندھا دینے کی سعادت بھی ملی کہ شاید مجھ جیسے ناکارہ ساتھیوں کے لیے یہی باعث نجات بن جائے۔ پھر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جملہ احباب کے ساتھ دور دور سے لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ اور حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی نظر آ رہے تھے۔ اس کے بعد جسد خاکی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ میرے سامنے آج سے چند ماہ پیشتر کا منظر تھا جب ہم چند ساتھی ۱۹۸۳ء کے سالانہ کے اختتام کے بعد یہاں آئے تھے۔ جمعہ چکڑالہ پڑھنے کے بعد آپ سے اجازت لیکر اس جگہ ہم نے ایک ہفتہ گزارا تھا۔ اور جس جگہ ہم نے اس وقت اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے ہاتھوں رکھے ہوئے پتھر دیکھے تھے۔ آج اس جگہ آپ کی آخری قیام گاہ کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت میجر غلام محمد صاحب اور ہم چند احباب کو اللہ کریم نے اس جگہ حفاظت کے لیے بھیجا تھا۔ صبح شام ذکر الٰہی ہوتا۔ رات کو دو گھنٹے ڈیوٹی ہوتی تھی۔ اور دن کے وقت میجر صاحب جو کہ پرانے ساتھیوں میں سے صاحب مجاز تھے اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ذکر الٰہی کے فوائد اس کی اہمیت یا کہ وہ خود کیسے ذکر میں آئے اور آگے انہوں نے کس محنت سے اور جانفشانی سے اپنے شیخ کے مشن کو آگے بڑھایا اور اپنے اوپر شیخ کی نظر شفقت خلیفہ مجاز ہونے کے بارے میں تذکرے ہوتے رہے۔ اور یوں ایک ہفتہ گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ اور واپسی پر اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گھر آئے آپ چارپائی پر بیٹھے تھے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ رخصت فرمایا تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد فارغ ہوئے تو گھر سے اماں جی کا پیغام ملا کہ تمام احباب رات کا کھانا کھا کر جائیں۔ چنانچہ رات کا کھانا کھایا اور یہ کھانا بھی اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے اس گھر میں آخری کھانا تھا۔

اس گھر میں آتے تھے جب گھر والا موجود تھا۔ جب گھر والا گھر میں نہیں ہے تو ہم وہاں جانے لگے جہاں پر وہ آرام فرما رہے ہیں۔ اللہ کریم زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی آپ کے ساتھ تعلق قائم رکھے آمین ثم آمین

رات گئے تک ہم واپس پہنچ چکے تھے۔ اور صبح ڈیوٹی پر جسم حاضر تھا لیکن دماغ اور دل اپنے عظیم شیخ کی جدائی سے افسردہ تھا۔ صاحب نظر احباب بتاتے ہیں کہ اب حضرت شیخ العرب والعجم کی توجہ زندگی کی توجہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آپ بھی زندگی میں یہی فرماتے تھے۔ لیکن ہم جیسے کمزور ساتھی جب اعلیٰ حضرت جی کو آنکھوں سے دیکھتے تھے تو لذت و سرور اور سکون قلب اور صحبت شیخ سے کچھ نہ کچھ فیضیاب ہو جایا کرتے تھے۔ اب آنکھیں اس ہستی کو تو نہ دیکھ سکیں گی۔ اللہ کے کرم سے انشاء اللہ باطنی فیض تو آپ کے ساتھ عقیدت رکھنے والے ہر آدمی کو ملتا رہے گا۔ جب حضرت مولانا محمد اکرم صاحب ۱۹۸۰ء میں کراچی کے دورے پر گئے تھے تو آخری دن آپ نے فرمایا تھا کہ ہم سب خوش قسمت ہیں کہ جنہوں نے اعلیٰ حضرت جی کی زندگی میں آپ سے فیض حاصل کیا ہے ہمیں اس کی قدر کرنا چاہیئے۔ آپ کی وفات کے بعد لوگ ہماری زیارت کریں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس عظیم ہستی سے فیض حاصل کیا تھا۔

بقول اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کہ سفر اور حضر میں "اکرم" میرے ساتھ رہا ہے وہ سب سے زیادہ مجھ سے واقف ہے۔ وہ مجھ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد جماعت کو "اکرم" اور کرنل صاحب چلائیں گے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اپنے شیخ کے مشن کو بڑی

جانفشانی اور محنت کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ گو میں اپنے آپ کو کسی لحاظ سے بھی اس قابل نہیں سمجھتا تاہم آپ نے مجھ جیسے ناکارہ ساتھیوں کو سہارا دیا ہے اللہ کریم ہمارے اس قلبی تعلق کو محض اپنے لیے اور ابدالآباد تک قائم رکھے۔ اللہ کریم حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کے درجات کو بلند فرمائیں اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین۔

اعلیٰحضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے پرانے ساتھی اور قریبی ساتھی ہی آپ کی حیات طیبہ سے خوب واقف ہیں۔ اور صحیح طریقے سے حالات زندگی وہ ہی لکھ سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ کریم نے آپ کے ساتھ نسبت اور قلبی تعلق عطا فرمایا ہے اس لحاظ سے جو کچھ آپ کے ساتھ تعلق اور قلیل عرصہ آپ کی صحبت سے حاصل کیا ہے اس میں سے جو کچھ یاد تھا اور ذہن میں محفوظ تھا وہ قلم کے ذریعے کاغذ پر نقل کر دیا ہے۔ تاکہ دل کو تسلی دینے کے لیے کبھی کبھار اس کو پڑھ کر ہی پرانی یادیں تازہ کرتا رہوں گا۔ اور اپنے عظیم شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے دلی وابستگی شاید میری خوش بختی کا باعث بن جائے۔

شرائط ذکر

تصوف میں تین مدارج ہیں۔ پہلا درجہ ذکر لسانی کا ہے۔ زبان سے اللہ اللہ کرے۔ سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔ درود، استغفار اور مختلف وظائف پڑھے۔ یہ ایسا درجہ ہے کہ جیسے ادویات کو کوٹنا چھانا جائے۔ یہ استعمال کی تیاری ہے۔ اگر یہیں بس کر دے تو شفا کا حصول محال ہے۔

اس سے آگے ذکر قلبی اور لطائف ہیں۔ یہ دوسرا درجہ ہے لطائف کرنے لگا گویا دوا کا استعمال شروع ہو گیا۔ اب جیسے جیسے دوا کھاتا جائے گا۔ اس میں صلاحیت آتی جائے گی۔ اور جب صحت ہوگی تو چلے پھرے گا گویا منازل سلوک میں سیر شروع ہو جائے گی۔ اب اس

دوا کے استعمال کے ساتھ مضر اغذیہ سے پرہیز بھی حصولِ صحت کی شرائط میں سے ہے۔ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہو انہیں غیر پسندیدہ چیزوں سے پاک رکھا جائے۔ اتباع شریعت کے ساتھ اجتناب عن المعاصی کا اہتمام ہو۔ تخلیہ ہو۔ شور وغل سے ہٹ کر تمام تر توجہ اللہ کی طرف لگ جائے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیہ کے لئے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ سو یہ سنت انبیاء ہے اگر دن اور رات نہ ہو کپڑا لپیٹ لیا جائے نیز جہاں ذکر کیا جائے وہ جگہ پاک وصاف ہو۔ پھر قلب میں در آنے کے تمام راستوں کو بند کر دیا جائے۔ اس کی مثال حوض کی ہے جسے باہر سے آنے والا پانی آلودہ کر دے اس لئے تمام نالیوں کو بند کر دیا جائے۔ منہ آنکھیں بند ہوں، کانوں کو بند رکھا جائے۔ پھر خود اس کے اندر سے چشمہ نکالا جائے جو اس کو سیراب کرے اور باہر کی کوئی ناپسندیدہ شے اس میں داخل نہ ہو سکے۔ جس قدر انقطاع الدنیا حاصل ہوگا اسی قدر دل کی طرف توجہ کامل ہوگی۔ یہی توجہ اور ذکر الٰہی دل سے انوار کے فوارے نکالیں گے، تجلیات باری تعالیٰ کا یہ آب مصفّٰی ایسے ہی دل سے نکلے گا جو صاف ستھرا اور علائق دنیا سے خالی ہوگا پھر اُس کی برکات کا اندازہ نہیں۔ کہ یہ ایک عالم کے دلوں کو دھو ڈالے گا۔ اور جو بھی اس سے اپنا دل روشن کرنا چاہے گا یہ منور کرتا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

دعائے مغفرت

○ چوہدری عاشق علی جالندھری ڈسکہ والے کی بیوی وفات پا گئی ہیں۔ تمام ساتھیوں سے دعا کے لئے درخواست ہے۔

○ پرانے ساتھیوں میں امیر شاہ صاحب اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کے لیے ساتھیوں سے التماس ہے۔

○ اعجاز خالق کے والد نیاز علی کراچی میں وفات پا گئے ہیں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت فرمایئے۔

پروگرام انشاء اللہ تعالیٰ

۱۹۹۲ء (۱۴۱۳ھ — ۱۴۱۲ھ)

ماہ	اندرون ملک
جنوری	16 اجتماع دارالعرفان جمعرات / جمعہ — 20 اجتماع پنڈی ڈویژن سوموار
فروری	7 ملتان - ڈیرہ غازی خان - بہاولپور ڈویژن جمعۃ المبارک — 16 اتوار؛ 27 – 28 اجتماع دارالعرفان جمعرات / جمعہ
مارچ	7 رمضان المبارک ہفتہ؛ 26 اعتکاف آخری عشرہ
اپریل	5 عید الفطر اتوار؛ 10 لاہور / گوجرانوالہ ڈویژن جمعۃ المبارک — 16 جمعرات؛ 24 فیصل آباد / سرگودھا ڈویژن جمعۃ المبارک — 30 جمعرات
مئی	9 پشاور / ایبٹ آباد ڈویژن ہفتہ — 17 اتوار؛ 17 – 19 D.I.K ڈویژن
جون	3 آزاد کشمیر بدھ — 9 منگل؛ 11 عید الاضحیٰ؛ 18 – 19 اجتماع دارالعرفان جمعرات / جمعہ؛ 24 — 30 چترال
جولائی	9 سالانہ اجتماع دارالعرفان منارہ جمعرات
اگست	14 اختتام سالانہ اجتماع جمعۃ المبارک؛ 22 کوئٹہ ہفتہ — 27 جمعرات
ستمبر	5 کراچی ہفتہ — 11 جمعۃ المبارک؛ 24 – 25 اجتماع دارالعرفان جمعرات / جمعہ
اکتوبر	8 ننگر مخدوم (?) جمعرات — 9 جمعہ؛ 17 گلگت ہفتہ — 22 جمعرات
نومبر	26 – 27 اجتماع دارالعرفان جمعہ / جمعرات

نوٹ :-

(۱) جس دورہ پر حضرت تشریف نہ لے سکیں زیرِ سرپرستی (?) جناب حافظ عبد الرزاق / ناظم اعلیٰ یا نامزد نائب ناظم اعلیٰ نمائندگی کریں گے۔

(۲) فروری - ستمبر اور نومبر اجتماع دارالعرفان کے ساتھ حاضری مرشد آباد ہوگی۔ یعنی جمعرات احباب مرشد آباد جمع ہوں گے حضرت کے پہنچنے کے بعد جمعہ دارالعرفان آ جاویں گے اور بعد از جمعۃ المبارک اجتماع ختم ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک حاضری دن کی دورانِ سالانہ اجتماع بھی ہوگا۔

(۳) ڈویژن کے دورہ کے متعلق پروگرام متعلقہ صاحبِ مجاز احباب مرتب کر کے ڈرافٹ ناظم اعلیٰ کو ایک ہفتہ قبل بھجوائیں گے۔

عظمتِ شیخ

کرنل محبوب خان

خلافت بنو عباس کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں یہ فتنہ زوروں پر تھا کہ آیا قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ خلیفہ وقت معتزلہ علما کے زیرِ اثر ہونے کی وجہ سے یہ عقیدہ اپنائے ہوئے تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ چنانچہ خلیفہ کے عقیدہ کی مخالفت کرنے والوں کے لیے اُس نے کڑی سزاؤں کا اعلان کر رکھا تھا۔ حضرت احمد بن حنبل علیہ الرحمہ جو امام زمانہ تھے۔ اِس عقیدہ کے خلاف تھے۔ جب امام برحق نے خلیفہ کے عقیدہ کے خلاف برسرِعام اپنے عقیدہ یعنی قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا اعلان کیا تو آپ کو برسرِعام کوڑے لگنے کی سزا سنائی گئی۔ چنانچہ جب اللہ تعالٰے کے اس برگزیدہ بندہ کو پابہ زنجیر بغداد کی گلیوں سے گزار کر میدان مکافات میں لایا جا رہا تھا تو سامنے سے ایک نامی گرامی چور ابن حیثم کو بھی بیڑیاں پہنا کر جیل خانہ میں لے جایا جا رہا تھا۔ یہ چور باوجود جرائم پیشہ ہونے کے امام سے گہری عقیدت رکھتا تھا اور ان کو اپنا شیخ مانتا تھا۔ جب اس نے اپنے شیخ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے نگہبانوں سے کہنے لگا مجھے اُن سے ایک بات کرنے دو۔ جب اُس کو اجازت مل گئی تو اُن کے نزدیک ہو کر اُن کے کان میں یہ کہا۔ مَیں ایک نامی گرامی چور ہوں اور یہی میرا پیشہ ہے۔ مجھ پر حد سے زیادہ تشدد کیا جاتا رہا ہے کہ مَیں اقبال جرم کروں۔ مَیں نے ہر طرح کی مصیبت جھیلی لیکن اقبال جرم نہیں کیا۔ آپ اللہ تعالٰے کے دوست ہیں اور آپ کو اس امتحان سے دوچار ہونا پڑ گیا ہے۔ یاد رہے اگر آپ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالٰے کے یہاں اجرِ عظیم ہے۔ مَیں آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ کہیں سزا کی سختی آپ کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کر دے۔ آپ کا معاملہ بہت نازک، کیونکہ ربِ کریم کے ساتھ ہے۔ حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس کی بات نے میرے دل پہ گہرا اثر کیا اور میری ارادت و استقامت میں مزید اضافہ کیا۔ چنانچہ جب میری پیٹھ پر کوڑے کی ضرب پڑتی تو میرا عزم اور مضبوط ہو جاتا اور میرے دل سے اُس کے لیے دعا نکلتی۔ جب آپ مرضِ موت میں گرفتار ہوئے تو آپ کو یہ کہتے سُنا گیا۔ اے اللہ ابن حیثم پر رحم فرما۔ جب اُن کے بیٹے نے یہ بات سنی تو عرض کیا ابا جان یہ خوش نصیب کون شخص ہے جس کے لیے آپ اس حالت میں دعا فرما رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ابنِ حیثم کی ملاقات اور اُس کی نصیحت پر روشنی ڈالی۔

ایک دن اعلیٰ حضرت مولانا اللہ یار خان علیہ الرحمہ اس واقعہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ جب آپ نے اُس کا خیال کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو برزخ میں زیرِ عتاب ہے۔ آپ نے فرمایا تو رب العالمین نے اس سے عذاب اُٹھا لیا۔ حضرت جی نے اُس سے پوچھا کیا حال ہے۔ کہنے لگا اللہ تعالٰے نے بہت احسان فرمایا ہے جو مجھ سے عذاب اُٹھا لیا ہے۔ یہ سب میرے شیخ المکرم کی دعا کا نتیجہ ہے۔ حضرت جی نے اس سے کہا کہ حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو مستجاب الدعوات تھے اور انہوں نے تیرے حق میں دعا بھی

کی تھی۔ پھر تیرے ابھی تک زیرِ عتاب رہنے کے کیا معنی؟ کہنے لگا جب میں عالمِ برزخ میں آیا تو رب العالمین نے مجھ سے فرمایا اگر تو چاہے تو تیری سزا کو قیامت تک ملتوی کر دیا جائے اور اس عالم میں تو اپنے شیخ کی خدمت میں چور و مجرم کی حیثیت سے حاضر ہو۔ اور اگر یہ منظور ہو تو ابھی اپنی سزا کاٹ لے تاکہ سرخرو ہو کر اپنے شیخ سے ملے اور ہمیشہ اُس کے ساتھ رہے۔ چنانچہ میں نے اسی عالم میں سزا کاٹنے کو منظور کیا۔ کیونکہ مجھ کو اپنے شیخ سے چور اور مجرم ہونے کی حیثیت سے ملنے میں حیا آتی تھی حضرت جی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ یہ شخص کتنا بہادر تھا اور اس کے دل میں اپنے شیخ کی عقیدت اور عظمت اس درجہ کی تھی کہ اس نے کئی صدیوں تک کے عذاب کو قبول کر لیا لیکن اپنے آپ کو اپنے شیخ کے پاس حالت عتاب میں پیش ہونا قبول نہ کیا۔ یہ واقعہ اس سلسلہ کے سامعین کے لیے درس عبرت ہے۔ اس سے یہ سبق لیں کہ اپنے آپ کو اس قدر پاکیزہ رکھیں کہ اپنے مشائخ سے عالمِ برزخ میں ملتے وقت اپنی معافی کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اور اپنے مشائخ کی عقیدت اور عظمت کو دل میں وہ جگہ دیں جو اُن کی شایانِ شان ہو۔ اے اللہ تو مجھ عاصی اور تمام سامعین کو مشائخ کی عظمت سے آشنا کر دے اور کبھی ان کی عقیدت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ اے اللہ بے شک تو اس چیز پہ قادر ہے۔

حالاتِ خضر علیہ السلام

ایک دفعہ حضرت العلوم مولانا اللہ یار خانؒ کی محفل میں کسی نے حضرت خضرؑ کی بابت سوال کیا۔ اس محفل میں کئی ایک پرانے صاحبِ بصیرت حضرات بھی موجود تھے۔ آپ نے حاضر صاحب کشف حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا چلو ان کے پاس چلیں اور خود انہی سے اُن کے حالات دریافت کریں۔ اگرچہ آپ بہت اعلیٰ درجہ کی بصیرت کے مالک تھے۔ لیکن آپ کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی چیز کو کشفی طور پر جاننے کا ارادہ فرماتے تو صاحب بصیرت حضرات کو ان معاملات میں شریک فرما لیتے۔ چنانچہ اُن حضرات میں سے کسی نے فرمایا۔ کہ حضرت خضرؑ فرماتے ہیں کہ میں ذوالقرنین کی فوج میں ملازم تھا جس وقت اُس نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے سد قائم کی تھی۔ میں وہاں موجود تھا میں اپنے وقت کا قطب مدار تھا۔ جب رب العالمین نے مجھے اس جہاں سے اٹھا لیا تو میری روح کو یہ قدرت عطا فرمائی کہ اس جہاں میں جو کام مجھ سے لیا جاتا ہے کام وہ روح کرتی ہے جیسے جسم سے سرزد ہو رہا ہے۔ چنانچہ جس واقعہ کو رب العالمین نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے یعنی میرے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان۔ اُس واقعہ میں میری طرف سے تمام مسلک کام روح کے تھے۔ جسم کے ہرگز نہ تھے اور تمام مکالمہ میرے روح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روح بمعہ جسم کے درمیان ہوا۔ اس کے بعد آج تک جو بھی حضرات منصب قطب مدار پر فائز ہوتے ہیں مجھ کو اُن کا معاون مقرر کر دیا جاتا ہے اور میں یہی ڈیوٹی سرانجام دیتا ہوں۔ ایک ساتھی نے سوال کیا کہ ان کا لباس کیسا ہوتا ہے تو صاحب مشاہدہ حضرت نے فرمایا کہ ایسا نظر آتا ہے کہ انہوں نے کپڑوں کے اوپر ایک جیکٹ پہنی ہوئی ہے جس پر سنہری تلے کی کڑھائی کی ہوئی ہے اور جوتا بھی سنہری تلہ سے کاڑھا ہُوا ہے۔ راقم الحروف سے پچھلے رمضان میں ایک صاحبِ مشاہدہ ساتھی نے بیان کیا کہ آج میں نے خضر علیہ السلام کو دار العرفان کی اوپر والی سیڑھی پر کھڑا ہوا دیکھا تو پوچھا۔ بہت دنوں کے بعد آپ کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اکثر آتا رہتا ہوں۔ لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ آج بھی کسی کام سے آیا ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ صاحب مدار کے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ یاد رہے اس وقت کے تمام مناصب سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں منتقل ہیں۔ اس لیے صاحب مدار بھی جو ہم ہی میں سے کوئی صاحب ہیں یہیں تشریف فرما ہونگے۔

ایک اہم واقعہ

حبیب خان صاحب جن کا تعلق موہڑہ کورچشم تحصیل و ضلع چکوال سے ہے۔ تحریر کرتے ہیں کہ "میں اپنے گاؤں میں تھا جہاں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے درس قائم کر رکھا تھا۔ یہاں کافی طلبہ پڑھنے کے لیے رہ رہے تھے۔ جن میں حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ میری ملاقات پہلی بار ان سے زمانۂ طالب علمی ہی میں ہوئی۔ انہیں ایک کتاب کی ضرورت تھی۔ میں نے آپ کو خرید کر پیش کی۔ میں وہاں سے چک ۶۶ جنوبی ضلع سرگودھا منتقل ہو چکا تھا۔ وہاں سے جب بھی آبائی گاؤں موہڑہ جانا ہوتا تو اکثر وقت ان کے ساتھ گذرتا۔ اس طرح آپس میں کافی اُنس پیار ہو گیا تھا۔ یہ شاید ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء کی بات ہے۔

تین چار سال حضرتؒ نے محمد اسمٰعیل صاحب سے درس لیا پھر وہاں سے چلے گئے۔

دو برس بعد حضرتؒ چک ۶۶ میں میرے پاس تشریف لائے۔ سابقہ تعلقات کی وجہ سے میری خواہش تھی کہ وہ ہمارے یہاں آجائیں۔ ہم نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے یہاں آجائیں تاکہ مسجد میں رونق ہو۔ آپ مان گئے اور بعد میں اپنی اہلیہ محترمہ کو بھی ہمراہ لے آئے اور الگ پردہ والی رہائش گاہ کا انتظام کر دیا گیا۔ آپ یہاں رہائش پذیر ہو گئے۔

چک میں تمام آبادی سنیوں پر مشتمل تھی۔ صرف ایک گھر شیعہ تھا۔ اس نے مجلس کے لیے اپنے مذہب کے ذاکر بلوائے اور یہ ان کے دستور کے مطابق شام کے بعد شروع ہونا تھی۔ حضرت سے میری بے تکلفی اور دوستی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ نے جب مجلس کا سُنا تو اس کا سدِباب کرنے کے لیے مجھے فوراً بلوا لیا۔ اس وقت میں گھر پر نہ تھا۔ ڈیرہ پر تھا۔ جب گھر کی طرف آرہا تھا تو حضرتؒ مجھے راستے ہی میں مل گئے۔ ذاکر اپنی مجلسوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف ہر طرح کی خرافات بکتے ہیں اور کوئی بھی غیرت مند یہ گوارا نہیں کر سکتا۔ آپ نہایت غصّے میں تھے۔ آپ نے فرمایا حبیب خان! میری موجودگی میں یہ مجلس ہرگز نہ ہوگی۔

چنانچہ ہم کافی آدمی اکٹھے ہو کر حضرت جیؒ کی سرکردگی میں جو خود سوٹی اٹھا کر آگے آگے تھے جاتے ہی ان پر حملہ آور ہوئے۔ وہ تمام بھاگ کھڑے ہوئے۔ اندھیرا ہو چکا تھا انہیں بھاگتے ہی بنی۔ اندھیرے میں وہ فصلوں میں بھاگتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔ بھگدڑ سی مچ گئی۔ مجلس بلانے والا آدمی آیا اور حضرت جیؒ سے معافی مانگی کہ آئندہ ہم چک میں کبھی مجلس نہ کرائیں گے۔ اپنے مذہب کے مطابق دوسرے گاؤں میں جا کر مجلس سن لیں گے۔ اب چک میں تین چار گھرانے شیعہ ہیں۔ لیکن حضرتؒ کے اس روز کے اقدام کا نتیجہ یہ نکلا کہ نصف صدی سے زائد گذر چکا لیکن آج تک چک ۶۶ میں مجلس نہیں ہوئی۔ حضرت جیؒ کی وضع داری یہ تھی کہ جب بھی لنگر مخدوم تشریف لاتے واپسی پر ایک دو گھنٹے چک میں ضرور آتے اور میں وہاں نیاز حاصل کر لیتا۔ کیونکہ میں بڑھاپے اور دردوں کی وجہ سے اِدھر اُدھر جا نہیں سکتا تھا۔ حضرت جیؒ کی صحبتیں مجھے آخر وقت تک حاصل رہیں اور میری زندگی کا عزیز ترین سرمایہ ہیں۔ یہ واقعہ حضرت جیؒ کی غیرتِ ایمانی کا مظہر ہے۔

حضرت جیؒ تو چلے گئے اور ہم بھی تیار بیٹھے ہیں۔

انہیں کے دم سے یہاں دور تک اجالا ہے
انہیں نے قلب کا شیشہ مرا نکھارا ہے
وہ تپتی دھوپ میں راہ خدا کے اک رہرو
رہ سلوک پہ جن کا گھنیرا سایا ہے
وہ ایک کچی لحد پیڑ کے تلے جس سے
جہان علم و معانی میں نور بکھرا ہے
رہے گی تابہ ابد روشنی قدم بہ قدم
کہ کہکشاؤں میں بھی ان کا نور بکھرا ہے
وہ آب و گل ہی کے پیکر کہ جن کا سوچنے سے
قفس میں جاں کے بہت دور تک اجالا ہے
وہ جن کی باتوں میں خوشبو نبی ؐ کے لہجے کی
وہ جن کا نقش قدم سنتوں کا سایا ہے
رہیں سلوک کی واکیں ہاں: زمان فتن
کشادہ ظرف سے بانٹا نہیں لٹایا ہے
وہ میکدوں سے مصلوں پہ لے کے آئے جنہیں
وہاں سے عرش کی وسعت میں جا اچھالا ہے
اندھیر غرب کی تہذیب، جاہلیت کا
گرے پڑے تھے جو رہرو انہیں سنبھالا ہے
رہے گا رہتے زمانوں تک بس ان کا نقش
وہ جن کے دم سے یہاں اسم ذات لکھا ہے

محمد حامد

فقیر محمد اکرم

احوالِ دل

کہتا ضرور کچھ مگر طاقت نہیں رہی
دیکھا اُنہیں تو قوتِ گفتار کھو گئی

آنکھوں میں یوں بسے ہیں کہ دن رات ہر گھڑی
دیکھا جدھر بھی اُن سے مُلاقات ہو گئی

میں اور اُن کے حسن کے اتنا قریب تر
بس شیخ کی میرے یہ کرامات ہو گئی

دیکھی جو کائنات تو آیا نہ کچھ نظر
اس حسنِ بے مثال کی وسعت میں کھو گئی

آقا تیرے حضور کی لذت عجیب تر
اب ماسوٰی کی طلب بھی معدوم ہو گئی

موت و حیات کی جو تھی تفریق مٹ گئی
رُوح تیری بارگاہ میں پہنچی تو کھو گئی

دھڑکن تھی کائنات کے دِل میں حضور سے
معراج پر گئے تو وہ خاموش ہو گئی

پلٹے تو اپنے ساتھ لائے گرمئ حیات
زندہ یوں کائنات کی آغوش ہو گئی

دُنیا سے پردہ حصّہ ہے ازلی نظام کا
جب ہی حیات اُن کی بھی روپوش ہو گئی

دیکھیں جو زندگی کو تو رقصاں ہے چارسُو
اُنہی کے دم قدم سے یہ مدہوش ہو گئی

دیکھو فقیر عشق کی مستی بجا مگر
پہنچی تیرے حضور تو خاموش ہو گئی

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر
حصّہ دوم بھی چھپ چکا ہے۔

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے، تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اِس مقدّس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حُسن اور مقصدیّت بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمّد اکرم مدظلہ،
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت: ۱۴۰ روپے

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255